وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

بچّوں کے لیے

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی

قصص النبیین حصہ پنجم

تالیف

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

مترجم

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

مکتبۂ مدنیہ
۱۷۔ اردو بازار، لاہور فون: ۷۲۲۸۹۷۷ / ۷۲۳۲۳۶۹

نام کتاب: قصص النبیین، جلد پنجم (سیرۃ النبی)

نام مؤلف: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

مترجم: ڈاکٹر محمود الحسن عارف

ناشر: انوار احمد

مکتبہ مدنیہ، ۱۷۔اے اردو بازار، لاہور۔

طابع:

قیمت:

بار اول: شعبان ۱۴۱۳ھ / فروری ۱۹۹۳ء

تعداد: ایک ہزار

٢٠٩
٦٥٣٨

انتساب

اپنے محسن و کرم فرما

سید انور حسین نفیس رقم

دامت برکاتہم العالیہ

کے نام

مترجم

فہرست عنوانات

عنوان — صفحہ
ابتدائیہ از مترجم ۱۵
پیش لفظ از مؤلف ۱۶

عصر جاہلی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ۲۱
قدیم ادیان ۲۱
جزیرہ نمائے عرب کی حالت ۲۳
ظہر الفساد فی البر والبحر ۲۳

بعثت سے پہلے

مکہ مکرمہ اور قریش ۲۶
مکہ اور قریش مکہ میں بت پرستی کا فروغ ۳۰
جناب عبداللہ اور بی بی آمنہ ۳۴
ولادت مبارکہ اور نسب مقدسہ ۳۶
سیدہ آمنہ اور جناب عبدالمطلب کی وفات ۳۸
جناب ابو طالب کی سرپرستی میں ۳۸
تربیت الٰہی ۳۸
حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے عقد ۳۹
تعمیر خانہ کعبہ اور فتنہ عظیم کا انسداد ۴۰
حلف الفضول ۴۱

بعثت مبارکہ اور طلوع صبح سعادت

غار حراء میں ۴۳
بعثت مبارکہ ۴۵
حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے گھر میں ۴۶
ورقہؓ بن نوفل کے سامنے ۴۷

عنوان — صفحہ

حضرت خدیجہؓ کا قبول اسلام ۴۸
حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کا قبول اسلام ۴۸
حضرت ابوبکرؓ بن ابی قحافہ کا قبول اسلام اور تبلیغ و دعوت کے شرف کا حصول ۴۸
روسائے قریش کا قبول اسلام ۴۹
کوہ صفا پر اعلانیہ دعوت ۴۹
قوم کا اظہار عداوت اور جناب ابو طالب کی سرپرستی ۵۱
رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ابو طالب کے مابین مذاکرہ ۵۲
اگر تم لوگ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دو ۵۳
قریش مکہ کی طرف سے مسلمانوں کی ایذا دہی ۵۳
قریش مکہ سے لڑائی کا آغاز اور مسلمانوں کی ایذا دہی میں شدت ۵۵
قریش مکہ کا حضرت ابوبکرؓ سے سلوک ۵۶
رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایذا دہی میں قریش مکہ کی سخت دلی ۵۸
حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کا قبول اسلام ۵۹
عتبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مابین مکالمہ ۶۰
مسلمانوں کی ہجرت حبشہ ۶۲
قریش مکہ کا تعاقب ۶۲
حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی پرجوش تقریر ۶۳
وفد قریش کی ناکامی ۶۵
حضرت عمرؓ کا قبول اسلام ۶۶
بنو ہاشم کا مقاطعہ ۶۹
شعب ابی طالب ۶۹
معاہدے کا اختتام ۷۰
ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کا وصال ۷۱
طبائع سلیمہ پر قرآن مجید کا اثر ۷۱

عنوان	صفحہ
سفر طائف اور اس میں اٹھائے جانے والے مصائب	۷۲
اسراء و معراج اور نماز پنجگانہ کی فرضیت	۷۳
رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور قبائل عرب	۷۵
انصار کے مسلمان ہونے کی ابتداء	۷۶
بیعت عقبہ اولیٰ	۷۷
مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام	۷۷
بیعت عقبہ ثانیہ	۷۸
ہجرت مدینہ	۷۹
قریش مکہ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قتل کی آخری سازش اور ناکامی	۸۰
رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہجرت مدینہ	۸۱
غار ثور میں	۸۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تعاقب	۸۳
کسریٰ کے کنگن سراقہ کے ہاتھوں میں	۸۴
بابرکت قدم	۸۵
مدینہ منورہ میں ورود مسعود	۸۵
مسجد قباء اور مدینہ منورہ میں پہلے جمعہ کا قیام	۸۶
مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات	۸۷
مہاجرین و انصار اور یہودیان مدینہ کے مابین معاہدہ	۸۸
اذان کا آغاز	۸۸
مدینہ منورہ میں منافقین کا ظہور	۸۹
تحویل قبلہ	۸۹
اذن قتال	۹۱
سرایا اور غزوہ ابواء	۹۲
رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت	۹۳

عنوان	صفحہ
غزوہ بدر ۲ھ	۹۴
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر انصار مدینہ کا جواب	۹۵
چھوٹے لڑکوں کا جہاد و شہادت میں باہمی مقابلہ	۹۶
مسلمان اور کفار کی تعداد اور جنگی سامان میں تفاوت	۹۷
جنگ کی تیاری	۹۸
اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں لڑنے والے دو فریق	۹۹
دونوں فریقوں میں گھمسان کی لڑائی	۱۰۰
جڑواں بھائیوں کے مابین مسابقہ	۱۰۱
فتح مبین	۱۰۱
معرکہ بدر کے اثرات	۱۰۲
مشرک قیدیوں کا مسلمان بچوں کو تعلیم دے کر آزادی حاصل کرنا	۱۰۲
غزوہ احد	۱۰۳
جاہلی عصبیت اور بدلہ لینے کا مظاہرہ	۱۰۳
میدان احد میں	۱۰۵
ہم عمر لوگوں میں مقابلہ	۱۰۶
معرکہ قتال	۱۰۶
مسلمانوں کا غلبہ	۱۰۷
مسلمانوں کی فتح آزمائش سے کیسے بدلی	۱۰۷
محبت اور جاںنثاری کے مناظر	۱۰۹
مسلمانوں کا اپنے مرکز کی طرف واپس لوٹنا	۱۱۳
حضرت مصعبؓ اور دوسرے شہداء کو کس طرح دفن کیا گیا	۱۱۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے عورتوں کا ایثار	۱۱۶
مسلمانوں کا کفار کے تعاقب میں نکلنا	۱۱۶
مسلمانوں کی جان سے بھی زیادہ عزیز	۱۱۷

عنوان — صفحہ

واقعہ بئر معونہ ۱۱۸
مقتول کا ایک کلمہ قاتل کے اسلام کا سبب کیسے بنا؟ ۱۱۸
بنو نضیر کو جلا وطن کرنا ۱۱۹
غزوہ ذات الرقاع ۱۲۰
غزوہ خندق یا غزوہ احزاب ۱۲۱
حکمت مسلمانوں کی متاع گم شدہ ۱۲۲
مسلمانوں میں مساوات اور غم خواری کی روح ۱۲۲
اس جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معجزات ۱۲۴
جب دشمن حملہ آور ہوا ۱۲۴
ایک ماں کا اپنے بیٹے کو قتال کی ترغیب دینا ۱۲۶
بنو قریظہ کا نقض عہد ۱۳۰
ظالم کو معافی اور محروم کو عطیہ ۱۳۴

صلح حدیبیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک بابرکت خواب ۱۳۵
ایک مدت کے بعد مکہ کو روانگی ۱۳۵
بیعت رضوان ۱۳۷
معاہدہ صلح اور حکمت و بردباری کا مظاہرہ ۱۳۸
اس معاہدے میں مسلمانوں کی آزمائش ۱۴۰
نرم صلح یا فتح مبین ۱۴۰
خالدؓ بن ولید اور عمروؓ بن العاص کا قبول اسلام ۱۴۲
بادشاہوں اور روسائے عرب کو دعوت اسلام ۱۴۳
ہرقل کا اسلام کی حقیقت کو سمجھنا مگر اسلام قبول کرنے سے اجتناب ۱۴۳
نجاشی اور مقوقس کا ادب و احترام ۱۴۵
غزوۂ خیبر ۱۴۶

عنوان	صفحہ
مومن لشکر پیغمبر کی قیادت میں	۱۴۷
کامیاب جرنیل	۱۴۸
حضرت علی اور یہودی پہلوان میں مقابلہ	۱۴۹
تھوڑا عمل اور زیادہ اجر	۱۴۹
کیا میں نے اسی لیے اتباع کی تھی	۱۵۰
خیبر میں ٹھہرنے کی شرط	۱۵۱
ایک یہودی عورت کی سازش	۱۵۱
فتوحات اور غنیمت	۱۵۲
عمرہ قضاء	۱۵۳
لڑکی کی پرورش میں مسابقت	۱۵۴
غزوہ موتہ	۱۵۵
سلطنت روم میں پہلا مسلم لشکر	۱۵۵
ہم لوگوں کے ساتھ تعداد یا اسلحہ کے ساتھ نہیں لڑتے	۱۵۶
شہادت کے متمنی لوگوں کی لڑائی	۱۵۶
حضرت خالد کی حکیمانہ قیادت	۱۵۷
مشاہدہ خبر سے بہتر ہے	۱۵۷
طیارہ: دو پروں والے	۱۵۸
پلٹ کر حملہ کرنے والے	۱۵۸
فتح مکہ	
فتح مکہ کی تمہید	۱۵۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے طلب اعانت	۱۶۰
قریش مکہ کی تجدید عہد کی کوشش	۱۶۰
نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے والدین اور بیٹوں پر ترجیح دینا	۱۶۰

عنوان	صفحہ
ابو سفیان کی حیرت اور اس کا خوف	۱۶۱
مکہ پر حملے کی تیاری	۱۶۱
ظالم کو معاف کر دینا	۱۶۲
ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روبرو	۱۶۳
عام معافی اور امن	۱۶۴
ابو سفیان لشکرِ فتح کے روبرو	۱۶۴
اللہ سے ڈرنے والے متواضع کا داخلہ	۱۶۵
چھوٹی موٹی جھڑپیں	۱۶۶
حرم مبارک کی بتوں اور مورتیوں سے تطہیر	۱۶۶
آج کا دن نیکی اور تکمیل عہد کا دن ہے	۱۶۷
اسلام توحید اور وحدانیت کا دین ہے	۱۶۸
نبی محبت اور رسول رحمت	۱۶۸
اللہ کے حدود کے نفاذ میں کوئی تمیز نہیں	۱۶۹
اسلام پر بیعت	۱۶۹
میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہے	۱۷۰
جاہلی آثار اور بت پرستی کے شعائر کا خاتمہ	۱۷۰
فتح مکہ کا اثر	۱۷۱
غزوہ حنین	۱۷۱
وادی حنین میں	۱۷۲
فتح اور نزول سکینہ	۱۷۳
غزوہ طائف	۱۷۵
بنو ثقیف کی شکست	۱۷۵
طائف کا محاصرہ	۱۷۵
میدان جنگ میں رحمت کا مظاہرہ	۱۷۵

عنوان	صفحہ
محاصرے کا اختتام	۱۷۶
حنین کا مال غنیمت اور بنو ہوازن کے قیدیوں کی واپسی	۱۷۶
نرمی اور کرم	۱۷۸
خوشی سے نہ کہ مجبوری سے	۱۷۸
بت پرستی کے ساتھ کوئی نرمی نہیں	۱۷۹
غزوہ تبوک	۱۸۰
غزوہ تبوک کا موسم	۱۸۰
صحابہ کرام کا جہاد اور سفر میں مسابقہ	۱۸۱
تبوک کی طرف لشکر اسلام کی روانگی	۱۸۲
لشکر اسلام کی واپسی	۱۸۲
حضرت کعبؓ بن مالک کا ابتلاء	۱۸۳
غزوہ تبوک بطور آخری غزوہ	۱۸۵
اسلام میں پہلا حج اور سورہ براۃ کا نزول	۱۸۵
سال وفود	۱۸۶
مدینہ منورہ میں وفود کی مسلسل آمد	۱۸۶
حجۃ الوداع	۱۸۷
حجۃ الوداع کا موزوں وقت	۱۸۷
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیسے حج کیا	۱۸۸
وفات	۱۹۳
تبلیغی مشن کی تکمیل	۱۹۳
مرض الوفات	۱۹۴
آخری مہم کی ترسیل	۱۹۴
مسلمانوں کے لیے دعا اور انھیں لڑائی اور تکبر سے ممانعت	۱۹۵
نماز کا اہتمام اور حضرت ابوبکرؓ کی امامت	۱۹۶
خطبہ وداع	۱۹۷

عنوان	صفحہ
مسلمانوں پر آخری نگاہ	۱۹۸
قبروں کو پوجنے اور سجدہ کرنے والوں کو تنبیہ	۱۹۸
آخری وصیت	۱۹۹
رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دنیا کو کیسے چھوڑا	۲۰۰
صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کی خبر کیسے سنی	۲۰۱
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دو ٹوک موقف	۲۰۲
حضرت ابوبکر کی بیعت خلافت	۲۰۳
مسلمانوں نے رسول اللہ پر کیسے درود پڑھا	۲۰۴
مدینہ منورہ میں منگل کا دن	۲۰۴
امہات المومنین	۲۰۵
اخلاق و شمائل	۲۰۶

* * *

ابتدائیہ

مولانا ابوالحسن علی ندوی —— دامت برکاتہم العالیہ —— کا اسم گرامی کسی وضاحت یا تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے فی الحقیقت عالم اسلام کو ایک جواں فکر دیا ہے اسی لئے ان کی کتابیں پورے عالم اسلام میں نہایت ذوق و شوق اور محبت و عقیدت کے ساتھ پڑھی جا رہی ہیں۔

اس کتاب کے ترجمہ کے لئے میں محترم انوار احمد صاحب (مالک مکتبہ مدنیہ) کا مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے اس نیک اور مفید ترجمے کا مشورہ دیا اور انہی کی کوششوں سے یہ ترجمہ اشاعت پذیر ہو کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچا ہے۔

میں نے ترجمے کو آسان اور عام فہم بنانے کی پوری کوشش کی ہے اور حتی الامکان ثقیل اور بھاری بھرکم الفاظ سے گریز کیا ہے۔ امید ہے قاری اس پیشکش کو پسند کریں گے۔

جس طرح مصنف کی اصل کتاب کو قبولیت ملی، اللہ تعالیٰ اس ترجمے کو بھی اردو خواں حلقوں میں ویسی ہی قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

۵ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ
۱۷ اگست ۱۹۹۳ء

دعاگو
ڈاکٹر حافظ محمود الحسن عارف
ایم اے (عربی و اسلامیات)،
پی ایچ ڈی۔ فاضل درس نظامی،
بیت العرفان، رحمان پارک، گلشن راوی، لاہور۔

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلوه والسلام على سيد المرسلين و خاتم النبين محمد وآله وصحبه اجمعين و من تبعهم باحسان الى يوم الدين۔ امابعد

بلاشبہ کلمات کا عمدہ سے عمدہ مجموعہ اور خوبصورت سے خوبصورت بیان اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کا حق ادا کرنے اور اس بے پایاں مسرت کے اظہار سے قاصر ہے جو راقم کو بچوں کے لئے قصص الانبیاء کی آخری یعنی جلد پنجم پیش کرتے ہوئے محسوس ہو رہی ہے، جو بتمام و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے ساتھ مختص ہے۔

حق تعالیٰ نے مصنف کی عمر میں برکت دی اور توفیق الٰہی اس کے شامل حال رہی جس کی بنا پر اس نے اس بابرکت سلسلے کو مکمل کیا اور اس کی تکمیل "مسک ختام" پر کی۔ اگر اس کی تکمیل سے قبل مجھے موت آ جاتی اور یہ کام ادھورا رہ جاتا تو میں اپنے ساتھ کبھی ختم نہ ہونے والی حسرت لے کر قبر میں جاتا اور نفس یعقوب میں اس نامکمل کام کا افسوس رہتا۔ پھر روزمرہ کی مصروفیات اور بعض حادثات بھی اس کتاب کی تصنیف اور اس سلسلے کی تکمیل سے مانع رہے۔ کتابوں کی تصنیف و تحریر کی تاریخ اور بڑے بڑے مصنفین کے حالات زندگی میں ہمیں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ بڑے بڑے **تصنیفی** سلسلے نامکمل اور کئی کام موت کی وجہ سے تشنہ تکمیل رہ گئے۔

مصنف بھی اس خطرے سے دو چار رہا اس لئے قصص الانبیاء کے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر ختم ہونے والے اور حضرت شعیب علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰ پر ختم ہونے والے (حصہ سوم اور

حصہ چہارم) میں تقریباً" تیس سالوں کا وقفہ ہوا۔ حالانکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اور زمانے کے حادثات کا کوئی اعتبار نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا لطف اور اسکی توفیق شامل حال رہی کہ اس نے مصنف کو قصص النبیین کے آخری جزو کی تکمیل کے بعد بچوں کے لئے "سیرت نبویہ" کی تصنیف شروع کرنے کی توفیق بخشی۔ یہ شوال ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء کی بات ہے خدا کی قدرت دیکھئے اس کتاب کو شروع کرنے کی دیر تھی کہ تھوڑی سی مدت میں اس کی تکمیل ہو گئی۔ بعد ازاں راقم الحروف "سیرت نبویہ" کے موضوع پر ایک بڑی کتاب کی تصنیف میں مشغول ہو گیا اور سیرت طیبہ کی یہ چھوٹی کتاب اس بڑی کتاب کے لئے اساس اور بنیاد ثابت ہوئی اور حق تعالیٰ نے اگلے سال شوال ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔

میں نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں ابن ہشام کی "سیرت نبویہ" پر زیادہ اعتماد کیا ہے جو اس وقت موجود کتابوں میں قدیم ترین کتاب اور مطبوع و متداول ہے اور جس کا اسلوب بیان نفوس و قلوب کے لئے انتہائی مؤثر ہے۔ اس کے علاوہ میں نے بعض قدیم کتابوں اور کتب صحاح پر بھی اعتماد کیا ہے، مگر میں نے ہر جگہ ان کتابوں کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اس لئے کہ یہ کتاب چھوٹے بچوں کے لئے لکھی گئی ہے، محققین اور علما کے لئے نہیں ہے۔ اسی لیے میں نے (اس میں) صرف مخصوص روایات پر اکتفا کیا ہے اور انہیں علمی مباحث، فلسفیانہ موشگافیوں اور غیر مسلم مصنفین

۱۔ اسے دارالشروق سے "**السيرة النبوية**" کے نام سے قاہرہ سے ۱۳۹۷ / ۱۹ اپریل ۱۹۷۷ء شائع کیا اور اس کے بڑی تقطیع کے ۵۷۴ صفحات ہیں۔

کی شہادتوں کے ساتھ مخلوط نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہ تمام باتیں قاری کو "روح سیرت" کے ساتھ سیرابی اور انہیں اس کے حسن و جمال سے استفادہ کرنے سے مانع ہیں اور فی الحقیقت اس نوع کے مباحث کا مقام "**سیرت طیبہ**" کی بڑی کتابیں ہیں، جو اپنے علم میں اضافہ کرنے والوں اور ان لوگوں کے لئے لکھی جاتی ہیں جن کا علم اور جن کی عقل پختہ ہو چکی ہوتی ہے اور جنہیں عمومی سوالوں، کلامی مباحث اور ہم عصروں کی تدریس وغیرہ کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔

اس حصے میں، میں نے ان باتوں کا التزام نہیں کیا جو بچوں کے لئے لکھی گئی **قصص النبیین** کے ابتدائی حصوں میں نظر آتا ہے، یعنی طفلانہ اسلوب بیان کی پیروی، ان کی طبیعتوں کی رعایت، کلمات اور جملوں کا تکرار، آسان و سہل الفاظ کا انتخاب اور قصے کا پھیلاؤ وغیرہ۔ اس لئے کہ ہمارے یہ ننھے منے قاری، اب قدرے بڑے ہونے کی بنا پر ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو گئے ہیں اور ان کی لسانی پختگی اور ان کا علمی درجہ بھی بڑھ گیا ہے" لہذا اب وہ اس علمی اور عقلی غذا کو ہضم کرنے اور اس خوبصورت ترین قصے سے لطف اندوز ہونے کے پوری طرح اہل ہیں جو دنیا کے سب سے بڑے انسان اور سب سے عظیم الشان نبی کی زندگی کے بارے میں ہے۔ اس طرح یہ کتاب ـــــ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ۔ بڑی عمر کے عاقل بالغ لوگوں اور صغیر السن بچوں دونوں کے لئے لکھی گئی کتابوں کے بین بین (درمیان میں) ہے۔ جس کی بنا پر یہ اس قابل ہے کہ اسے قریب البلوغ بچوں کے مدارس میں پڑھایا جائے اور اسی طرح وہ بڑے لوگ بھی اسے پڑھیں جو اپنے تعلیمی درجوں میں متوسط ہیں۔ اسی طرح یہ کتاب غیر مسلموں کو پیش کی جاسکتی ہے نیز اسے دوسری زبانوں میں ترجمہ کر کے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس میں سیرت طیبہ کا خلاصہ، اس کا لب لباب او اس کے تمام خوبصورت واقعات اور اس کی جملہ حکایات آ گئی ہیں۔ اسی طرح اس میں تبلیغ اسلام کی ابتدائی

تاریخ، عہد نبوی کی فتوحات اور کامیابیوں، تربیت نبویہ کے عجائبات اور معجزات نبویہ کی تفصیلات بھی بیان ہوئی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ایک مکمل "مدرسہ" کی حیثیت رکھتی ہے جس میں طالب علم ایمان اور حنان (باطنی توجہ) کے مابین تربیت پاتا ہے اور جس میں وہ "روح اور ریحان" کے مابین لوٹ پوٹ ہوتا ہے اور جب وہ اس سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے ہمراہ ایسا زاد راہ ہوتا ہے جو اسے زندگی کے سفر میں کام دیتا ہے اور ایسا نور ہوتا ہے جس کی روشنی میں وہ چل پھر سکتا ہے اور ایسا ہتھیار جس کے ذریعے وہ اپنے نفس اور اپنے ایمان کا تحفظ اور بچاؤ کر سکتا ہے اور ایسا پیغام جو تمام دنیا اور امتوں کے لئے وہ اپنے ہمراہ اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔

چونکہ مصنف نے یہ کتاب ہائی سکولوں یا اس کے مساوی مدارس کے طالبعلموں کے لئے لکھی ہے۔ اس لئے مصنف نے مشکل الفاظ (مفردات غریبہ) (۱)اور ان تمام باتوں کی شرح کو ضروری خیال کیا ہے جو ہمارے ننھے منے قاریوں کی سطح سے بالا تر ہیں۔ اس مقصد کے لئے پروفیسر نور عالم ندوی سے، جو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک عرصہ سے تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں اور جو اس درجے کے طالبعلموں کی ذہنی اور علمی سطح سے بخوبی واقف ہیں، درخواست کی گئی کہ وہ مشکل الفاظ کی شرح و توضیح کا کام انجام دیں۔ انہوں نے نہایت ذمہ داری سے اس کام کو مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

۱۔ مفردات کی تشریح کی عربی متن میں زیادہ ضرورت پیش آتی ہے۔ اردو ترجمے میں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

سب سے آخر میں میں ایک دفعہ پھر۔ اس توفیق کی ارزانی پر۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس کی گراں قدر نعمت پر اسکا شکر گزار ہوں اور اس سے اس کتاب کی قبولیت کی دعا کرتا ہوں اور اس بات کی کہ یہ کتاب پرانے اور نئے شخص کے لئے مفید ہو اور اسلام کی نشاۃ اسلامیہ کے لئے، جسے تند و تیز آندھیاں گھیرے ہوئے ہیں اور جس کے راستے میں کانٹے بچھائے جارہے ہیں، مفید او نافع ثابت ہو اور اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

(ابوالحسن علی حسنی ندوی)
دائرۃ الشیخ علم اللہ رائے بریلی، انڈیا

۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ
۱۹ اکتوبر ۱۹۷۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصر جاہلی

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد:

فترت(۱) نبوت کا زمانہ طویل ہو گیا، پوری دنیا میں اندھیروں کے سائے پھیل گئے، نور علم چھپ گیا اور وہ آوازیں جو انبیاء علیہ السلام اور رسولوں نے اپنے اپنے زمانوں میں، صاف ستھری توحید اور دین خالص کے لیے بلند کی تھیں، جہالت اور گمراہی کی ان آوازوں میں دب گئیں جو تحریف کرنے والوں اور دجالوں نے بلند کی تھیں اور وہ تمام چراغ جنہیں نبیوں اور رسولوں اور ان کے جانشینوں نے اپنے اپنے زمانوں میں روشن کیا تھا، ان آندھیوں نے جو وقتاً فوقتاً آتی رہیں، بجھا دیئے۔

۲۔ قدیم ادیان:

اس وقت تمام بڑے بڑے دین، آخری مذہب عیسائیت سمیت، کھیل کود کرنے والوں کا تختۂ مشق او تحریف کرنے والوں اور منافقوں کے ہاتھوں میں ایک کھیل تماشا بنے ہوئے تھے۔ اس سے ان کی روح اور ان کی شکل اس حد تک مسخ ہو گئی تھی کہ اگر ان مذاہب کے ابتدائی لوگ اور ان کے انبیائے مرسلین زندہ کر دیئے جاتے تو وہ اپنے دین کو شناخت نہ کر سکتے۔

۱۔ فترت۔ اس زمانے کو کہتے ہیں، جس میں کوئی نبی نہ آیا ہو۔

یہودیت طقوس (نظم اور دینی طریقوں) اور ایسی تقلیدات کا مجموعہ ہو گئی تھی، جس میں روح تھی اور نہ زندگی۔ اس سے قطع نظر وہ محض ایک دین تھا، جس میں دنیا کے لئے کوئی پیغام تھا اور نہ امتوں کے لئے کوئی دعوت اور نہ انسانیت کے لئے رحمت ہی تھی۔

جبکہ عیسائیت کی شکل غالی عیسائیوں کی تحریف اور ان کی جاہلانہ تاویلات کی بنا پر ابتدائی زمانے سے ہی بدل گئی تھی اور وہ محض ایک "تہ بہ تہ بادل تھا" جس کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات دفن تھیں اور نور وحدانی اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کا جذبہ اس کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

رہے مجوس تو وہ آگ کی پوجا میں لگے ہوئے تھے۔ وہ اس کی عبادت کرتے تھے اور اس کے لئے مختلف ہیکل اور معابد تعمیر کرتے تھے۔ ان معابد (عبادت گاہوں) سے باہر وہ لوگ مکمل طور پر آزاد اور اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنے نفوس کی تسکین میں لگے رہتے تھے۔ آہستہ آہستہ اعمال اور اخلاق کی رو سے مجوس اور بے دین اور بے اخلاق لوگوں میں کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔

رہا بدھ مذہب — جو ہندوستان اور وسط ایشیا کے بعض ملکوں میں پھیل چکا تھا، تو وہ محض ایک بت پرستی کا مذہب بن گیا تھا اور یہ لوگ جہاں بھی جاتے، اپنے بتوں کو ہمراہ لیکر جاتے تھے اور جہاں بھی قیام کرتے وہاں وہ ان کے لئے مختلف ہیکل اور بدھ کی مختلف مورتیاں بناتے تھے۔

رہی **برھمنیت** (ہندومت) — جو ہندوستان کا قدیم اصلی دین ہے، تو معبودوں اور دیوتاؤں کی کثرت جو لاکھوں تک تھی، نیز ظالمانہ طبقاتی تفاوت اور انسانوں میں فرق و امتیاز، اس کا نشان امتیاز بن گیا تھا۔

اسی طرح اہل عرب، آخری زمانے میں انتہائی غلیظ قسم کی بت پرستی میں، جس کی ہندوستان کے ہندومت کے علاوہ کسی جگہ کوئی نظیر نہیں ملتی، مبتلا ہو گئے تھے۔ انہوں نے شرک میں اتنی ترقی کر لی تھی، کہ اللہ تعالیٰ کے

سوا بیشمار معبود بنا لئے تھے اور تمام لوگ بت پرستی اور بتوں کی عبادت میں بری طرح ڈوبے ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کا حال یہ ہو گیا تھا کہ ان کے ہر قبیلے، ہر علاقے اور ہر شہر کا الگ الگ بت تھا اور ہر ایک بت کے لئے الگ الگ معبد "عبادت خانہ" تھا اور بیت اللہ شریف، جسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خاص اللہ کی عبادت کے لئے بنایا تھا اس میں اور اس کے صحن میں تین سو نو بت نصب تھے۔

۳۔ جزیرہ نمائے عرب کی حالت:

جزیرہ نمائے عرب میں تمام عربوں کے اخلاق بگڑ گئے تھے۔ وہ شراب نوشی اور جوئے بازی کی لعنت میں بری طرح مبتلا تھے اور انھیں قلبی قساوت اور نام نہاد حمیت نے بیٹیوں کو زندہ درگور (دفن) کرنے تک پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح ان میں قتل و غارت گری اور قافلوں کو لوٹنے کی عادت پھیل گئی تھی۔ عورت کا درجہ گھٹا کر، اسے گھر کے ساز و سامان اور سواری کی طرح، ایک دوسرے کی وراثت بنا دیا گیا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنی اولاد کو اس پر ہونے والے اخراجات، فقر اور تنگ دستی کے خوف سے قتل کر دیتے تھے۔

یہ لوگ لڑائیوں کے ہاتھوں برباد ہو گئے تھے۔ ایک دوسرے کا خون بہانا ان کے لئے آسان ہو گیا تھا۔ بعض اوقات ایک چھوٹا سا واقعہ جنگ کو چالیس سالوں تک بڑھا دیتا تھا، جس میں ہزار ہا قیمتی جانیں تلف ہو جاتی تھیں۔

ظہر الفساد فی البر والبحر(1)

خلاصہ یہ کہ "بعثت" کے وقت تمام انسانیت ہلاکت اور خود کشی

---

(1) آیت قرآنیہ سے اقتباس، الروم (۳۰ /۴۱)، ترجمہ: خشکی اور سمندر میں فساد پھیل گیا

کے دھانے پر تھی۔ اس دور کا انسان اپنے خالق کو مکمل طور پر بھول چکا تھا۔ جس کی بنا پر وہ اپنے آپ اور اپنی منزل کو بھی فراموش کر چکا تھا اور اسے اپنی ہدایت' خیر و شر اور حسن و قبح میں تفریق بھی معلوم نہ رہی تھی۔ بعض اوقات بڑی سے بڑی سلطنت میں ایک بھی ایسا شخص نہ ہوتا تھا جو اپنے دین کو اہمیت دیتا' اپنے پروردگار کی عبادت کرتا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو' حق تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۱)

خشکی اور سمندر میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھا دے تاکہ وہ باز آئیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جزیرہ نمائے عرب سے مبعوث کرنے کی وجہ؟:

اللہ تعالیٰ نے سرزمین عرب کو دعوت اسلام کے قبول کرنے اور اسے اکناف عالم تک پہنچانے کے لیے اس لیے منتخب فرمایا کیونکہ ان لوگوں کے دل صاف و شفاف تھے۔ ان کے نفوس پر پیچیدہ اور گہری عبارتیں نقش نہ تھیں' جن کو مٹانا اور زائل کرنا مشکل ہوتا۔ جیسے کہ اہل روم' اہل فارس اور اہل ہند کا یہی حال تھا کہ یہ لوگ اپنے علوم و فنون' اپنی تہذیب اور فنون پر اظہار فخر کرتے تھے۔ جبکہ اہل عرب کے دلوں پر' سوائے جہالت اور بداوت کے اور کوئی تحریر موجود نہ تھی جس کو مٹانا اور دھونا اور اس کی جگہ نئی تحریر لکھنا آسان تھا۔

۱۔ الروم (۳۰ / ۴۱)

یہ لوگ "فطرت اصلیہ" پر تھے لہٰذا جب تک ان پر "حق" کا فہم مخفی رہا، انہوں نے اس سے جنگیں کیں، لیکن جب ان کی آنکھوں سے پردہ زائل ہو گیا تو وہ اس سے محبت کرنے اور اس کی قدر دانی کرنے والے ہو گئے اور اس کے راستے میں حصول شہادت کے متمنی بن گئے۔ یہ لوگ سچائی و امانت والے، زندگی میں سختی اور جدوجہد کے حامل اور بہادر و شہسوار تھے۔

جزیرہ نمائے عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں کعبہ معلّٰی تھا، جسے سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا تھا تاکہ اس میں خالص اللہ کی عبادت کی جائے اور تاکہ یہ قیامت تک توحید کا منبع فیض بنا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ
لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبَارَکًا وَّ هُدًی
لِّلْعَالَمِیْنَ (۱)

یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یہ وہ مکان ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے جو برکت والا اور جہاں بھر کے لوگوں کے لیے رہنما ہے

۱۔ آل عمران (۳ / ۹۶)

بعثت سے پہلے

مکہ مکرمہ اور قریش مکہ:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ اس وقت وہاں چاروں طرف خشک پہاڑ تھے اور انسانی زندگی کی بقا کے لیے کوئی شئی، یعنی پانی اور خورد و نوش کا سامان موجود نہ تھا۔ اس وقت ان کے ہمراہ ان کی بیوی حضرت ھاجرہؑ اور بیٹا حضرت اسماعیلؑ تھے۔ انہوں نے یہ سفر "بت پرستی" کے مقامات کو چھوڑنے اور ایسے مرکز وحدانیت کی تعمیرو تاسیس کی غرض سے کیا تھا جس میں خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور وہاں سے لوگوں کو اسی کی دعوت دی جائے اور جو لوگوں کے لیے ہدایت کا مینارہ نور اور لوگوں کے بار بار لوٹنے کی جگہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ عمل قبول فرمایا اور اس مقام کو برکت دی اور حق تعالیٰ نے اس مختصر بابرکت خاندان کے لیے، جو ایک ماں اور بیٹے پر مشتمل تھا، پانی کا چشمہ جاری فرما دیا، جنہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خشک اور تمام دنیا سے الگ تھلگ مقام پر چھوڑا تھا۔ یہ چشمہ "بئرزمزم" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں بہت برکت دی ہے، اب تک لوگ اس کا پانی پیتے اور اسے اکناف عالم میں بطور تبرک لے جاتے ہیں۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام جب بڑے ہو گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو راہ حق میں قربان کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام دوڑنے کی عمر میں تھے۔ انہوں نے یہ ارادہ، اللہ تعالیٰ کی محبت کی اپنے بیٹے کی محبت پر ترجیح ثابت کرنے اور اپنے اس خواب کو پورا کرنے کے لیے کیا تھا، جو انہوں نے دیکھا تھا۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام بھی اس کے

لیے راضی ہو گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے "ذبح عظیم" کے ساتھ ان کا فدیہ دیا تاکہ وہ "دعوت الی اللہ" کے مقصد میں اپنے والد کے دست و بازو بنیں۔ نیز اس لیے تاکہ وہ آخری نبی اور افضل الرسل کے "جد امجد" ہوں۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور پھر باپ اور بیٹے دونوں نے مل کر بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی۔ اس دوران میں دونوں یہ دعا مانگ رہے تھے "اے اللہ ہمارے تعمیر کردہ اس بابرکت گھر کو قبول فرما' اس میں برکت دے" نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اسلام پر زندہ رکھے اور اسی پر ان کی موت آئے اور دین اسلام ان کی امت پر ختم نہ ہو' نیز اللہ تعالیٰ ان دونوں کی اولاد میں ایسا رسول مبعوث فرمائے جو اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کی تجدید کرے اور ان کے آغاز کردہ سلسلے کو مکمل کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ
مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمَاعِيْلُ رَبَّنَا
تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا
مُسْلِمَيْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَا
اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا

اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل بھی اور یہ کہتے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار یہ خدمت ہم سے قبول فرما۔ بیشک آپ خوب سننے والے جاننے

۱۔ ذبح عظیم جنت سے لایا ہوا مینڈھا یا قربانی بطور سنت ابراہیمی کا اجراء۔

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱)

والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (پیدا) کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور نیز ہم کو حج وغیرہ کے احکام بتلا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھیے اور فی الحقیقت آپ ہی توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار اس جماعت کے اندر انہی میں سے ایک ایسا رسول مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور ان کو (آسمانی) کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیا کرے اور ان کو پاک کر دے بلاشبہ آپ ہی غالب قدرت والے اور حکمت والے ہیں۔

حق تعالیٰ جل شانہ، نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی اولاد میں برکت پیدا فرما دی، ان کے خاندان کو پھیلا دیا اور عدنان کی اولاد کو بڑھایا، جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے پوتے تھے۔ اس کی اولاد میں فہر بن مالک پیدا ہوئے اور فہر کی اولاد میں قصی بن کعب تولد ہوئے۔ جنھوں نے بیت اللہ

۱۔ البقرہ (۲ / ۱۲۷ – ۱۲۹)

شریف کی ولایت اور مکہ مکرمہ کی حکومت دوبارہ حاصل کی۔ قصی ایک سردار اور مخدومی کی شان رکھنے والے شخص تھے۔ بیت اللہ شریف کے حجابہ کا منصب اور بیت اللہ۔ شریف کی کنجیاں اور زمزم کا السقایہ اور الرفادہ اور ندوہ' جہاں قریش مکہ جمع ہو کر باہم مشورہ کرتے تھے اور جنگوں میں "علم" اٹھانے وغیرہ کے عہدے انہی کے پاس تھے۔ اسی طرح ان کی ذات میں تمام مکہ کا شرف جمع ہو گیا تھا۔

قصی کی اولاد میں عبد مناف بڑی شرافت و نجابت والے بزرگ تھے اور عبد مناف کے بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے کا نام ہاشم تھا۔ جو اپنی قوم کا سردار تھا اور الرفادہ (۱) اور السقایہ (۲) کے منصب انہی کے پاس تھے۔ یہی ہاشم عبدالمطلب کے والد تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جد امجد تھے۔ جو اپنے چچا مطلب بن عبد مناف کے بعد بیت اللہ شریف کے السقایہ اور الرفادہ کے حامل بنے تھے انھیں اپنی قوم میں جو مقام حاصل ہوا وہ ان کے بزرگوں میں کسی کو حاصل نہ ہوا تھا۔ وہ اپنی قوم کے محبوب سردار تھے۔

فہر بن مالک کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ یہ نام دوسرے ناموں پر غالب آ گیا اور یہ قبیلہ اسی نام یعنی قریش کے نام سے شہرت پذیر ہوا۔ تمام اہل عرب اس قبیلے کے نسب کی بلندی' ان کی سیادت' ان کی فصاحت و طلاقت لسانی' ان کے اخلاق کی عمدگی اور ان کی شجاعت کے معترف ہیں۔ جس کی بنا پر یہ خاندان ان صفات میں ضرب المثل بن گیا جس میں کسی کو کوئی اختلاف نہ تھا۔

۱۔ الرفادہ : ایک قسم کا کھانا تھا جو ہر سال موسم حج میں حجاج اور زائرین کے لیے تیار کیا جاتا تھا' ان لوگوں کا کہنا تھا۔ کہ حجاج اللہ کے مہمان ہوتے ہیں۔

۲۔ السقایہ : زمزم سے پانی نکالنے اور لوگوں کو پانی پلانے کا منصب۔

مکہ اور قریش مکہ میں بت پرستی کا فروغ:

قریش مکہ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین پر کار بند رہے اور عقیدہ توحید اور عبادت الٰہی کے حامل رہے، تاآنکہ ان میں "عمر بن لحی" نامی شخص پیدا نہ ہوگیا۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین میں تغیر کیا۔ اس نے بت نصب کئے اور اس نے جانوروں کے متعلق تعظیم اور ان کے احترام **(تسبیب)**(۱) کا عقیدہ گھڑا، جس کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دی تھی اور نہ اس کا شریعت ابراہیمی میں کوئی تصور موجود تھا۔ یہ شخص مکہ مکرمہ سے شام گیا، وہاں جاکر اس نے اس علاقے کے لوگوں کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو اسے انکا یہ فعل اچھا لگا اور وہ ان میں سے بعض بتوں کو مکہ مکرمہ لے آیا اور وہاں لاکر ان کو نصب کردیا اور لوگوں کو ان کی عبادت اور انکی تعظیم کا حکم دیا۔

جب یہ لوگ مکہ مکرمہ سے کوچ کرتے تھے تو بیت اللہ شریف کے پتھر ہمراہ لے جاتے تھے اور ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ان پتھروں کی تعظیم بیت اللہ شریف کی تعظیم اور اس کی یاد قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ آہستہ آہستہ انہیں پتھروں کی عبادت اچھی محسوس ہونے لگی، اس طرح بت پرستی اور حجر پرستی کا رواج شروع ہوگیا۔

واقعہ فیل

بعثت نبوی سے قبل ایک بہت بڑا واقعہ رونما ہوا جو کسی بڑے واقعے کے ظہور پذیر ہونے کی دلیل تھا اور اس بات کی بھی کہ اللہ تعالیٰ عربوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہتا ہے نیز یہ کہ بیت اللہ شریف کو جو اللہ تعالیٰ کے

۱۔ سبیب سے مراد بتوں کے نام پر چھوڑے جانے والے وہ جانور ہیں، جنہیں آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اوران پر سواری ممنوع ہوتی تھی۔

ہاں شان تقدس حاصل ہے وہ دنیا کے دوسرے گھروں میں سے کسی کو حاصل نہیں۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ "**ابرهة الاشرم**" نے جو نجاشی (بادشاہ حبشہ) کی طرف سے یمن کا گورنر تھا۔ صنعاء میں ایک بہت بڑا گرجاگھر بنایا جس کا نام اس نے **القلیس** رکھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اہل عرب اس کا حج کیا کریں۔ اسے اس بات پر حسد ہوا کہ بیت اللہ شریف لوگوں کا مرجع (رجوع کی جگہ) کیوں ہے اور لوگ اس کی طرف دور دراز علاقوں سے، چل کر کیوں آتے ہیں۔ اس نے چاہا کہ بیت اللہ شریف کا یہ رتبہ اس کے تعمیر کردہ "گرجا گھر" کو حاصل ہو جائے۔

جب عربوں کو اس کے ارادوں کا پتہ چلا تو انہیں یہ بات بہت گراں گزری اس لیے کہ یہ لوگ بیت اللہ شریف کی محبت اور اس کی تعظیم کا دودھ پی کر جوان ہوئے تھے اور یہ لوگ کسی اور گھر کو اسکے برابر اور اس کے متبادل نہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا قدرتی طور پر جب اس بات کا چرچا ہوا تو انہیں ابرھہ کے خیالات پر دکھ ہوا۔ چنانچہ ایک کنعانی نے اس کا جواب یوں دیا کہ اس نے **کنیسہ** میں داخل ہو کر پاخانہ کر دیا جس پر ابرھہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ لازماً بیت اللہ شریف پر حملہ کرکے اسے مسمار کر دے گا۔

پھر وہ ہاتھیوں کا ایک لشکر لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑا۔
جب عربوں کو اس کے حملے کا پتہ چلا تو ان کے کانوں پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔ وہ اس حملے کا سن کر گھبرا گئے۔ انہوں نے چاہا کہ کسی طرح "ابرھہ" کو اس حملے سے روک دیں، لیکن انہوں نے یہ دیکھ لیا کو ابرھہ کی فوج کا مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت و ہمت نہیں ہے، لہٰذا

انہوں نے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کو سونپ دیا۔ انہیں اس بات کا پختہ یقین تھا کہ بیت اللہ کا رب اس کی خود حفاظت کرے گا۔ ان کے اس پختہ یقین کا پتا ہمیں اس گفتگو سے چلتا ہے جو سردار قریش جناب عبدالمطلب، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد تھے اور ابرہہ کے مابین ہوئی۔ جس کا پس منظر یہ تھا کہ ابرہہ نے انکے دو سو اونٹ پکڑ لیے تھے تو وہ اس کے پاس اجازت لے کر ملنے کے لیے آئے۔ ابرہہ نے ان کی بیحد تعظیم کی۔ ان کے لیے وہ تخت سے نیچے اترا۔ انہیں اپنے برابر لا کر بٹھایا اور انکی ضرورت و حاجت کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ تو میرے وہ دو سو اونٹ مجھے واپس کر دیں جو تو نے پکڑ لیے ہیں۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو ابرہہ نے اس کو بے وقعت اور حقیر سمجھا اور کہا کہ "تم مجھ سے اپنے دو سو پکڑے گئے اونٹوں کی واپسی کا سوال کرنے تو آ گئے ہو مگر تم نے اس خانہ کعبہ کے متعلق کچھ نہیں کہا جو تمہارا اور تمہارے بزرگوں کا دین ہے۔ تمہیں علم ہونا چاہیے کہ میں اسکو گرانے کے لیے آیا ہوں۔۔۔!"

جناب عبدالمطلب نے کہا، کہ میں اونٹوں کا مالک ہوں، اسی طرح بیت اللہ شریف کا جو مالک ہے وہ اس کی حفاظت خود کرے گا، ابرہہ نے کہا "اسے مجھ سے کوئی نہیں بچا سکے گا" جناب عبدالمطلب نے فرمایا کہ "تو جانے اور اس گھر کا مالک جانے"۔

بعد ازاں قریش مکہ اس لشکر کے غیر متوقع حملوں سے بچنے کے لیے پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ وہ اس بات کے منتظر تھے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے جس نے اس کے گھر کی حرمت کو پامال کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ وہاں سے رخصت ہوتے وقت جناب

عبدالمطلب اور قریش مکہ کی ایک جماعت کعبہ معلیٰ کے دروازے کے حلقے کو پکڑ کر کھڑی ہو گئی اور انہوں نے نہایت عاجزی سے ابرھہ کے لشکر کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی۔ صبح کے وقت ابرھہ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور بیت اللہ شریف کو منہدم کرنے کے لیے تیاری کی۔ اپنے بڑے ہاتھی کو، جس کا نام "محمود" تھا خوب تیار کیا، مگر وہ بیت اللہ شریف کے راستے میں ایک جگہ جا کر نیچے بیٹھ گیا۔ ابرھہ کے آدمیوں نے اسکو اٹھانے کے لیے بہت مارا مگر وہ نہ اٹھا اور جب انہوں نے اسکو اٹھا کر اس کا رخ یمن کی طرف کیا تو وہ اٹھ کر دوڑنے لگ گیا۔

ابھی یہ لوگ اسی جگہ میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر چھوٹے چھوٹے سمندری پرندے بھیجے اور ہر ایک پرندے کے پاس ایک کنکر تھا۔ یہ کنکر جس شخص کو لگتا اسے ہلاک کر دیتا تھا۔ اس کے نتیجے میں اہل یمن اسی راستے پر، جس سے وہ یہاں تک آئے تھے واپسی کے لیے بھاگ اٹھے، مگر وہ راستے میں گرتے جاتے تھے۔ "ابرھہ" کے جسم میں بھی بیماری پیدا ہو گئی مگر اس کے لشکری اس کو کسی نہ کسی طرح اپنے ہمراہ اٹھا لائے مگر اسکا جسم تھوڑا تھوڑا کر کے نیچے گرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ صنعاء پہنچا تو اس کی بد ترین حالت میں موت واقع ہو گئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ	کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کیا انکی تدبیر کو (جو ویرانی کعبہ کے بارے میں

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ (۱)

تھی) سرتاپا غلط نہیں کر دیا اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح پامال کر دیا۔ ...

جب اہل حبشہ مکہ مکرمہ سے ناکام ہو کر لوٹ گئے اور انہیں غیبی آفت کا سامنا کرنا پڑا تو اس سے عربوں کے دلوں میں قریش مکہ کی عظمت بڑھ گئی اور انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ لوگ تو اللہ والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے جنگ کی اور ان کے دشمنوں سے ان کی کفایت کی ۔

اہل عرب نے اس واقعہ کو بہت اہمیت دی اور یہ واقعہ اس کا مستحق بھی تھا۔ انہوں نے اس واقعہ سے تاریخ کا شمار کیا۔ چنانچہ بہت سی باتوں کے متعلق یہ کہا جاتا کہ یہ بات عام الفیل (ہاتھی والے سال) میں واقع ہوئی اور فلاں شخص "عام الفیل" میں پیدا ہوا اور فلاں واقعہ عام الفیل کے اتنے سالوں کے بعد پیش آیا۔ عام الفیل ۵۷۰ عیسوی کا قصہ ہے۔

جناب عبداللہ اور بی بی آمنہ:

جناب عبدالمطلب کے، جو سردار قریش تھے، دس بیٹے تھے،

---

(۱) الفیل (۱۰۵/۱-۵)

جناب عبداللہ، ان میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ ان کے والد محترم نے ان کا نکاح بی بی آمنہ بنت وھب سے کیا جو بنو زہرہ کے سردار کی بیٹی تھیں اور نسب اور رتبے کے اعتبار سے قریش مکہ کی افضل ترین خاتون تھیں۔

ابھی شادی کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ جناب عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔ ان دنوں بی بی آمنہ کا پاؤں بھاری تھا اور انہیں ایسی نشانیاں اور ایسے آثار نظر آتے تھے جس سے واضح ہوتا تھا کہ ان کا بیٹا ایک بڑا آدمی بنے گا۔

ولادت مبارکہ اور نسب مقدسہ:

آخر ولادت کا بابرکت دن آن پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیر کے دن، بارہ ربیع الاول عام الفیل میں (بمطابق ۵۷۰ عیسوی) پیدا ہوئے اور یہ دن انسانی تاریخ کا مقدس ترین دن تھا۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لئوی بن غالب بن فھر بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن معد بن عدنان ......

اور عدنان کا سلسلہ نسب حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی ذات اقدس تک پہنچتا ہے۔ جب آپ کی ولادت ہو گئی تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کے دادا ؒ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تمہارے گھر میں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی ہے۔ وہ فوراً آئے، بچے کو دیکھا، اسے گود میں اٹھایا اور اسے لیکر کعبہ معلیٰ میں داخل ہو گئے اور آپ کو گود میں لیکر دیر تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے رہے۔ اس کا نام انہوں نے "محمد" رکھا یہ عجیب نام تھا جس سے لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔

رضاعت:

جناب عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کے لیے، جو انہیں بے حد عزیز، تھا عربوں کے دستور کے مطابق دیہات سے دایا تلاش کرنا چاہی تو یہ سعادت حضرت حلیمہ سعدیہ کے حصہ میں آئی۔ حضرت حلیمہ اس سال رضاعت کے لیے کسی بچے کی تلاش میں مکہ مکرمہ گئی تھیں اور چونکہ یہ سال خشک سالی اور قحط کا تھا، اس لیے خاندان کے معاشی حالات تنگی اور سختی کے تھے۔ ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جتنی بھی دایا عورتوں نے دیکھا

تو انہوں نے آپ کو گود لینے سے تامل کیا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ عورتیں بچے کے والد سے عطیے اور سرپرستی کی امید رکھتی تھیں اس لیے انہوں نے کہا: یہ بچہ یتیم ہے۔ اس کی ماں اور اس کا دادا کیا کچھ دے سکے گا۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی کیا۔ وہ پہلی مرتبہ بچہ لئے بغیر واپس چلی گئیں، لیکن ان کے دل میں بچے کی محبت نے جوش مارا اور اللہ تعالٰی نے "بچے" کی محبت ان کے دل میں ڈال دی اور چونکہ انہیں کوئی اور بچہ نہ ملا تھا۔ اس لئے وہ اس بچے کو لینے کے لئے واپس آگئیں اور اس کو لے لیا۔۔ اور اس "بچے" کو لیکر اپنے گھر لوٹ گئیں۔ اللہ تعالٰی نے ان کے مال میں برکت ڈال دی، اس کے بعد انکے گھر ہر ایک شے کی حالت بدل گئی۔ انہوں نے اپنے دودھ، گھر کے دودھ، اپنی بوڑھی اونٹنی اور دوسرے جانوروں میں برکت دیکھی۔ یہ حالات دیکھ کر ہر شخص کہنے لگا "اے حلیمہ تم نے تو کوئی برکت والا بچہ گود لیا ہے" اور ان کی سہیلیوں کو ان پر حسد ہونے لگا۔

حضرت حلیمہ اسی طرح اللہ تعالٰی سے ہر ایک شے میں اضافہ اور برکت دیکھتی رہیں۔ یہاں تک کہ دو سال گزر گئے تو آپؐ کا دودھ چھڑا دیا گیا۔ ان دنوں آپ کا جسم مبارک دوسرے لڑکوں کی نسبت زیادہ بڑا نظر آتا تھا۔ حضرت حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ محترمہ کے پاس لے آئیں اور یہ درخواست کی کہ انہیں مزید کچھ عرصہ اپنے پاس رکھنے دیا جائے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے اجازت دے دی تو وہ دوبارہ آپ کو اپنے گھر لے گئیں۔

شق صدر

جب آپ بنو سعد میں تھے تو یہاں ایک دن دو فرشتے آئے۔ انہوں نے آپ کا پیٹ مبارک چاک کیا اور آپ کے قلب میں سے سیاہ جما ہوا مواد نکالا اور اسے پھینک دیا پھر آپ کے دل کو دھو کر صاف کیا اور دوبارہ اپنی جگہ رکھ دیا۔

آپ نے اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ مل کر بکریاں چرائیں اور آپ کی پرورش کھلے ماحول اور فطرت الہیہ کے سائے، بدوی زندگی اور فصیح و بلیغ ماحول میں ہوئی جس کے لئے بنو سعد مشہور تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم بچپن سے دوسروں سے محبت اور پیار کرنے والے انسان تھے۔ اسی لئے آپؐ کے رضاعی بہن بھائی آپ سے اور آپ ان سے محبت کرتے تھے۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ محترمہ کے پاس چھوڑ گئیں اس وقت آپ اس عمر کے لڑکوں سے بڑے نظر آتے تھے۔

سیدہ آمنہ اور جناب عبدالمطلب کی وفات

جب آپ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو سیدہ آمنہ۔ آپ کی والدہ قدسیہ۔ مقام ابواء میں، جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے، انتقال کر گئیں۔ اس طرح آپ اپنے دادا کی سرپرستی میں آگئے۔ جنہیں آپ سے بیحد محبت تھی۔ وہ آپ کو اپنے ساتھ، اپنی مسند پر، کعبہ معلّٰی کے سائے میں بٹھاتے تھے اور آپ سے بیحد محبت و شفقت فرماتے تھے۔ جب آپ کی عمر مبارک آٹھ برس کی ہوئی تو جناب عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔

جناب ابو طالب کی سرپرستی میں

اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد اپنے چچا ابو طالب کی سرپرستی میں آگئے جو ماں اور باپ دونوں طرف سے جناب عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے اور وفات کے وقت جناب عبدالمطلب انہیں اس کی وصیت فرما گئے تھے۔ اس طرح آپ ان کے ہمراہ رہے اور جناب ابو طالب آپ پر بیحد شفقت فرماتے تھے اور اپنے بیٹوں سے زیادہ آپ کو چاہتے تھے۔

تربیت الٰہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اللہ تعالیٰ کی حفاظت و تربیت میں

جوان ہوئے۔ اس وقت آپ تمام جاہلی رسوم و عادات سے دور تھے اور مردانگی میں اپنی قوم میں سب سے افضل، سب سے بہتر اخلاق والے، سب سے زیادہ حیاء والے، سب سے زیادہ سچے، سب سے بڑے امانت دار اور بے حیائی اور فحش کاموں سے دور رہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کا نام رکھا تو "الامین" (امانت دار) رکھا، آپ صلہ رحمی کرنے والے، لوگوں کے بوجھ اٹھانے والے، مہمانوں کی عزت اور ان کا اکرام کرنے والے اور دوسروں سے نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں مدد کرنے والے تھے۔ آپ محنت کر کے کماتے تھے۔ اور جو مل جاتا اس پر قناعت کرتے تھے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چودہ یا پندرہ برس کی ہوئی تو قریش مکہ اور بنو قیس کے درمیان "حرب الفجار" چھڑ گئی۔ اس کی کچھ جنگوں میں آپ نے بھی شرکت کی۔ آپ اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے تھے۔ اس موقع پر آپ نے پہلی مرتبہ جنگ کو دیکھا اور شہسواری اور مردانگی کے اوصاف سے آپ واقف ہوئے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے عقد

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ سال ہوئی تو آپ کا نکاح حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے ہوگیا، جو قریش مکہ کی سردار اور افضل ترین خاتون، عمدہ عقل، اعلیٰ و عمدہ اخلاق والی اور مکے کی ایک مالدار خاتون تھیں۔ وہ بیوہ تھیں، ان کے خاوند "ابو ہالہ" کا اس سے قبل انتقال ہو گیا تھا اس وقت انکی عمر مبارک چالیس سال تھی جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک ۲۵ برس تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک تجارت پیشہ خاتون تھیں۔ لوگ ان کے مال سے تجارت کرتے تھے۔ انہیں مضاربت کے طریقے پر، ایک معین منافع ملتا تھا اور تمام قریش مکہ بھی تجارت پیشہ تھے۔ حضرت خدیجہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمدہ اخلاق اور آپ کی خیر خواہی کا عملی

مشاہدہ کر چکی تھیں۔ جب آپ حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لیکر شام گئے تھے۔ اس سفر کے متعلق حضرت خدیجہؓ کو تمام حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے خود نکاح کی پیشکش کی، اس سے قبل وہ بڑے بڑے قریشی سرداروں کے پیغام رد کر چکی تھیں۔ آپ کے چچا آپ کی طرف سے قبول نکاح کا پیغام لیکر گئے اور دوسرے چچا جناب ابو طالب نے آپ کا خطبہ نکاح پڑھا۔ اس طرح عقد نکمل ہو گیا۔

یہ دنیا کی پہلی خوش قسمت خاتون تھیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرمایا اور آپ کی تمام اولاد، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا انہیں سے پیدا ہوئی۔

تعمیر خانہ کعبہ اور فتنہ عظیم کا انسداد:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک **۳۶** برس ہوئی تو قریش مکہ تعمیر خانہ کعبہ کے لئے جمع ہوئے۔ ان کا ارادہ اس پر چھت ڈالنے کا تھا۔ اس سے قبل خانہ کعبہ ایک دوسرے پر گارے کے بغیر رکھے ہوئے پتھروں پر مشتمل تھا۔ اس کی اونچائی قد آدم سے قدرے بڑی تھی۔ اس لئے اس کو گرانا اور نئی تعمیر بنانا ضروری ہو گیا تھا۔

جب نئی عمارت "رکن" کے مقام تک پہنچی تو قریش مکہ کا "حجر اسود" کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ "حجر اسود" کو اسکی جگہ وہی رکھے نہ کہ کوئی اور قبیلہ۔ ہر قبیلہ یہ شرف حاصل کرنے کا متمنی تھا۔ یہاں تک کہ معاملہ لڑائی تک پہنچ گیا اور زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے لئے یہ بات بہت آسان تھی۔

کئی قبیلوں نے جنگ کی تیاری کر لی تھی۔ بنو عبداللہ نے، جو قریشی قبائل میں ایک اہم قبیلہ تھا، خون سے بھرے ہوئے پیالے میں ہاتھ ڈال کر بنو عدی کے ساتھ مل کر "موت" کا باہم معاہدہ کیا تھا۔ معاہدہ کرتے وقت انہوں نے اپنے ہاتھ پیالے میں ڈال رکھے تھے۔

یہ گویا موت کا نشان تھا۔ قریش مکہ کئی روز تک اسی کشمکش میں رہے پھر انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ جو بھی "مسجد حرام" میں ان کے پاس سب سے پہلے آئے گا وہ ان کے مابین فیصلہ کرے گا۔ اتفاق سے سب سے پہلے آنے والے شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جب انہوں نے دیکھا تو کہا "یہ تو امین ہیں ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں، یہ تو محمد ہیں"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام حالات سنے تو ایک کپڑا طلب فرمایا اور حجر اسود کو لیکر اپنے ہاتھوں سے اس میں ڈال دیا اور پھر فرمایا ہر قبیلے کا سردار اس کا کنارہ پکڑ لے اور پھر سب مل کر اس کو اٹھائیں انہوں نے تعمیل کی۔ یہاں تک کہ جب پتھر اس مقام تک بلند ہو گیا جہاں اسے نصب کیا جانا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے اسے اس کے مطلوبہ مقام پر رکھ دیا۔

اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ پر آئی ہوئی جنگ کو ایسی دانش مندی سے ٹال دیا جس سے بڑھ کر کوئی دانش مندی نہیں ہو سکتی۔

حلف الفضول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "حلف الفضول" میں بھی شمولیت فرمائی یہ معاہدہ ان معاہدوں میں سے، جن کی بابت آپ نے سنا تھا، سب سے عمدہ اور سب سے اچھا معاہدہ تھا۔ اسکا سبب یہ ہوا کہ "بنو زبید" کا ایک شخص مکہ مکرمہ میں کچھ مال تجارت کے ساتھ آیا اس سے اس کا تجارتی مال عاص بن وائل نے، جو ایک قریشی سردار تھا، خرید لیا، لیکن اس کی قیمت ادا نہ کی۔ اس پر "الزبیدی" نے رؤسائے قریش کے سامنے اپنے حق کے لئے فریاد رسی کی۔ مگر انہوں نے عاص بن وائل کے منصب کی بنا پر اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور الٹا اسی کو ڈانٹا۔ جس پر "زبیدی" نے تمام اہل مکہ اور تمام "اہل مروت" سے مدد طلب کی۔

اس پر مروت اور مردانگی کے جوہر سے مالا مال چند لوگوں کو غیرت آئی اور یہ لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر پر جمع ہوئے۔ اس نے ان سب کے لئے کھانا تیار کیا اور پھر ان تمام لوگوں نے باہم ایک معاہدہ اور عقد کیاکہ یہ لوگ ایک ہاتھ ہو کر مظلوم کی ظالم کے خلاف اس وقت تک مدد کریں گے جب تک اسے اسکا حق نہ دلا دیں۔ اس لئے اہل عرب نے اس معاہدے کا نام "حلف الفضول" رکھ دیا اور یہ کہا کہ تمام لوگ ایک فضلیت والے کام میں شریک ہوئے ہیں۔ بعد ازاں یہ تمام لوگ عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے الزبیدی کا حق لیکر اسے دے دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاہدے کا بڑا احترام کرتے اور اس پر عمل پیرا تھے۔ یہاں تک کہ بعثت مبارکہ کے بعد بھی آپ یہ فرمایا کرتے تھے "میں نے عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جس معاہدے میں شرکت کی تھی اگر زمانہ اسلام میں کوئی اس کے نام سے مجھے بلائے تو میں ضرور اس کا جواب دوں گا" ان لوگوں نے یہ عہد کیا تھا کہ لوگوں کو ان کے حق دلائیں گے اور یہ کہ کسی ظالم کو کسی مظلوم پر غالب نہ ہونے دیا جائے گا۔

اللہ تعالٰی کی حکمت اور اسکی تربیت کا یہ منشا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام تربیت "امی" (ان پڑھ) ہونے کی حالت **ہوئی** کیونکہ آپ نہ تو پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے، جس کی بنا پر آپ دشمنوں اور مخالفین کی تہمت اور ان کی بدگمانی سے مبرا رہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ(۱)	اور اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب آپ پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ ایسی حالت میں حق ناشناس لوگ کچھ شک کرتے

قرآن مجید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود امی کا لقب عطا فرمایا ہے۔ ارشاد مبارک ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ(۲)	جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں

۱۔ العنکبوت (۲۹ / ۴۸)

۲۔ الاعراف (۹ / ۱۵۷)

بعثت مبارکہ اور طلوع صبح سعادت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب چالیس سال ہوئی تو طلوع صبح سعادت کے آثار نظر آنے لگے اور بعثت مبارکہ کی گھڑی آگئی اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ یہ ہے کہ جب اندھیرا بڑھ جاتا ہے اور بد بختی کا دور شروع ہوتا ہے تو اس سے نجات کی صورت پیدا فرما دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خلق خدا کو برے کاموں میں مبتلا دیکھتے تھے تو آپ کو شدید رنج ہوتا تھا۔ گو آپ ان تمام کاموں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ اس موقع پر آپ کو خلوت گزینی محبوب ہو گئی اور آپ کو "تنہائی" سے زیادہ کوئی شے محبوب نہ تھی۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ آپ مکہ مکرمہ سے باہر چلے جاتے تھے اور اتنی دور نکل جاتے تھے کہ آپ کو مکہ مکرمہ کے مکانات نظر نہ آتے تھے۔ آپ مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں، اس کے بطون اور اس کی وادیوں میں چلے جاتے تھے۔ اس وقت کا واقعہ ہے کہ آپ جب بھی کسی درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے تو اس میں آواز آتی **السلام علیک یا رسول اللہ** (اے اللہ کے رسول آپ کو سلام) آپ جب دائیں بائیں دیکھتے تو آپ کو درخت اور پتھر کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔

وحی الٰہی کی ابتداء "رویائے صادقہ" (سچے خوابوں) سے ہوئی اور آپ رات کو جو بھی خواب دیکھتے تھے تو اس کی تعبیر صبح کی روشنی کی طرح واضح اور مجسم ہو کر سامنے آتی تھی۔

غار حراء میں

آپ اکثر و بیشتر غار حراء میں خلوت گزینی فرمایا کرتے تھے اس کے لئے کئی کئی دنوں کا کھانے پینے کا سامان لیکر جاتے تھے اور اس میں آپ ابراہیم **حنفیت** والے اور فطرت سلیمہ کے طریقے پر عبادت اور دعا کیا کرتے تھے۔

بعثت مبارکہ:

ایک مرتبہ جب آپ اسی جگہ "خلوت نشین" تھے تو آپ کی بعثت مبارکہ کی مبارک ساعت آ گئی۔ یہ واقعہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳ نبوی ر ۶ اگست ۶۱۰ عیسوی کا ہے۔ اس وقت آپ غار حراء میں مصروف عبادت تھے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ (جبرئیل) آیا اور آپ سے کہا: پڑھیے' آپ نے فرمایا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں بتلایا کہ فرشتے نے اس پر مجھے پکڑا اور "دبوچا" یہاں تک کہ مجھے سخت تکلیف ہوئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا "پڑھیے" میں نے کہا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" اس نے پھر مجھے پکڑا اور "دبوچا" یہاں تک کہ دوسری مرتبہ بھی میں نے سخت تکلیف محسوس کی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا "پڑھیے" میں نے کہا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" اس نے پھر پکڑا اور تیسری مرتبہ مجھے دبوچا اور پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیے' میں نے کہا کیا؟ فرشتے نے کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ○ اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ(۱)

اے پیغمبر آپ (پر جو) قرآن (نازل ہوا کرے گا) اپنے (اس) رب کا نام لیکر پڑھا کیجئے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس نے انسان کو قلم سے تعلیم دی جس کو وہ نہ جانتا تھا

۱۔ العلق (۹۶/ ۱ــ ۵)

یہ آپ کی نبوت کا پہلا دن اور قرآن مجید کی پہلی وحی تھی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وحی سے گھبرا گئے اس لئے کہ اس سے قبل نہ تو آپ اس تجربے سے دوچار ہوئے تھے اور نہ ہی آپ نے اس کے متعلق سنا تھا۔ فترت (انقطاع نبوت) کا زمانہ بہت لمبا ہو گیا تھا اور اہل عرب کی نبوت اور انبیاء سے شناسائی بہت دور کی بات تھی۔ اس واقعے سے آپ کو جان کا خطرہ محسوس ہوا۔ آپ چونکہ گھبرا گئے تھے، اس لئے آپ کا جسم مبارک کانپ رہا تھا۔ آپ نے آتے ہی فرمایا: "مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دو۔ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ سیدہ خدیجہؓ بہت سمجھدار اور علم و فضل والی خاتون تھیں۔ انہوں نے نبوت، انبیاء اور ملائکہ کے متعلق سن رکھا تھا۔ وہ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس، جو عیسائی ہو گئے تھے رجاتی رہتی تھیں۔ ورقہ نے کتب مقدسہ پڑھی ہوئی تھیں اور اہل تورات اور اہل انجیل کو سنا ہوا تھا۔ وہ اہل مکہ کی وہ تمام بری عادتیں ناپسند کرتے تھے جو فطرت سلیمہ کے خلاف تھیں۔

سیدہ خدیجہؓ آپ کی زوجہ مطہرہ ہونے کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق مبارکہ سے سب سے زیادہ واقف و آشنا تھیں، کیونکہ وہ آپ کی بیوی اور آپ کی خفیہ اور ظاہر باتوں سے واقف و آگاہ تھیں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور تمام پاکیزہ عادتیں دیکھنے کا بار بار موقع ملا تھا۔ جس سے یہ بات پختہ طور پر ثابت ہو گئی تھی کہ آپ ایسے شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ کے توفیق یافتہ، اس کی مخلوق میں سب سے برگزیدہ اور سیرت و اخلاق میں پسندیدہ ترین ہیں اور جس شخص کا اخلاق اور جس کی سیرت اس طرح کی ہو اس پر شیطانی وسوسے کے آنے کے اندیشہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کو آسیبی اثر ہو سکتا ہے اور چونکہ وہ اللہ

تعالیٰ کی حکمت اور اس کی مخلوق پر اس کی محبت و شفقت سے بھی آگاہ تھیں اس لئے ان کے خیال میں اس کا شیطانی اثر ہونا امر محال تھا۔ اس لئے انہوں نے پورے وثوق، پختہ یقین اور مکمل پختگی ایمان کے ساتھ فرمایا: "ہرگز نہیں، بخدا اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کرے گا، بیشک آپ صلہ رحمی کرتے، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے، لوگوں کو ان کی ضرویات کما کر دیتے، مہمان نوازی کرتے اور دوسروں کی مشکل وقت میں مدد کرتے ہیں"

ورقہ بن نوفل کے سامنے

اس موقع پر سیدہ خدیجہؓ نے یہ بہتر سمجھا کہ آپ اپنے چچا زاد عالم بھائی "ورقہ بن نوفل" سے بھی مدد لیں، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان کے پاس لے گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کو، جو کچھ آپ نے دیکھا تھا، بتایا تو ورقہ نے کہا "تمہارے پاس ناموس اکبر (فرشتہ وحی) آئے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتے تھے اور بیشک آپ کی قوم آپ کی تکذیب کرے گی۔ آپ کو ستائے گی اور آپ کو شہربدر کر دے گی اور آپ سے لڑے گی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ورقہ کی یہ بات سنی کہ "عنقریب آپ کی قوم آپ کو شہربدر کر دے گی" تو آپ کو بعید تعجب ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ آپؐ قریش مکہ میں اپنا مقام جانتے تھے کہ یہ لوگ تو آنحضورؐ کو "الصادق" اور "الامین" کے سوا کسی اور نام سے کبھی نہ پکارتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے تعجب کے ساتھ فرمایا: "کیا وہ مجھے نکالیں گے؟" جناب ورقہ نے کہا "ہاں۔ آج تک جب بھی کوئی شخص وہ پیغام لیکر آیا ہے جو آپ لائے ہیں تو لوگوں نے اس کے ساتھ دشمنی کی اور اس کے ساتھ لڑے۔" اس نے مزید کہا "اگر میری زندگی میں وہ دن آگیا اور میری عمر لمبی ہوئی تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا"

اس کے بعد ایک عرصے تک وحی کا سلسلہ رکا رہا۔ پھر اس کے بعد

پے درپے یہ سلسلہ جاری ہو گیا اور قرآن مجید کا با برکت نزول شروع ہو گیا۔

حضرت خدیجہؓ کا قبول اسلام

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ باتیں سن کر فوراً اسلام لے آئیں۔ اس لئے وہ پہلی فرد تھیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں۔ وہ آپ کے پاس رہ کر آپ کی مدد کرتیں، آپ کی ڈھارس بندھاتیں اور آپ سے لوگوں کی باتوں اور دوسری پریشانیوں کو کم کرنے کا ذریعہ بنی رہیں۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کا قبول اسلام

بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اسلام لائے جو اس وقت دس سال کے تھے اور زمانہ اسلام سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پروردہ رہے تھے۔ آپ نے انہیں ابو طالب سے، تنگی کے دنوں میں لیکر، اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔

اسی طرح آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ بھی اسلام لے آئے جنہیں آنحضورؐ نے "لے پالک" بنایا ہوا تھا۔

ان لوگوں کا اسلام لانا، آپ کے قریب ترین لوگوں کی آپ کے حق میں گواہی اور آپ کے حق میں حسن اعتراف نیز آپ کی سچائی، آپ کے اخلاق اور آپ کی حسن سیرت کا منہ بولتا ثبوت تھا، اس لئے کہ: "گھر والے ہی گھر کے اندر کی باتوں کو زیادہ بہتر جانتے ہیں"

حضرت ابوبکرؓ ابن ابی قحافہ کا قبول اسلام
اور تبلیغ و دعوت کے شرف کا حصول

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسلام لے آئے۔ ان کی عقل و فراست، مردانگی اور اعتدال آمیز رویئے کی بنا پر قریش مکہ میں ان کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا۔

وہ لوگوں سے محبت کرنے والے اور نرم طبیعت کے انسان تھے۔ وہ قریش مکہ کے انساب اور انکی تاریخ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ ایک تجارت پیشہ اور عمدہ اخلاق و سیرت کے مالک تھے۔ انہوں نے مسلمان ہوتے ہی اپنے قابل اعتماد لوگوں کو اللہ تعالٰی اور اسلام کی طرف بلانا شروع کر دیا۔ یعنی ایسے دوستوں کو جو ان کے پاس آتے جاتے تھے اور جن کے ساتھ وہ اٹھتے بیٹھتے تھے۔

روسائے قریش کا قبول اسلام

ان کی دعوت پر قریش مکہ میں سے جو اشراف اسلام لائے ان کا قریش مکہ میں بہت اونچا مقام تھا۔ ان میں حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت طلحہؓ بن عبید شامل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ان لوگوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لیکر آئے اور انہوں نے قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔

ان کے بعد جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے انکا بھی قریش مکہ میں ایک مقام تھا۔ ان میں حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح، الارقمؓ بن ارقم، عثمانؓ بن مظعون، عبیدہؓ بن الحارث بن مطلب، سعیدؓ بن زید، خبابؓ بن الارت، عبداللہؓ بن مسعود، عمارؓ بن یاسر اور حضرت صہیبؓ رومی وغیرہ شامل تھے۔

اس کے بعد بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں اسلام میں داخل ہو گئیں اور مکہ مکرمہ میں اسلام کا چرچا پھیل گیا اور لوگ اس کے متعلق بات چیت کرنے لگ گئے۔

کوہ صفا پر اعلانیہ دعوت

نبوت کے ابتدائی تین سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے معاملات دعوت کو مخفی رکھے ہوئے تھے اس کے بعد اللہ تعالٰی کی طرف

سے حکم آیا جس میں کہا گیا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (۱)

آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف سنا دیجئے اور مشرکوں سے اعراض کیجئے

نیز ارشاد ہوا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ ○ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَقُلْ اِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ (۲)

اور (اس مضمون سے) سب سے پہلے اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے اور ان لوگوں کے ساتھ (مشفقانہ) رویئے سے پیش آیئے جو اسلام میں داخل ہو کر آپ کی اتباع کریں

اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کوہ صفا پر چڑھ گئے اور آپ نے لوگوں کو اونچی آواز میں پکارا "یاصباحاہ" (اے لوگو! صبح کے وقت) جو لوگوں کو بلانے کے لئے معروف "جملہ" تھا۔

جب کوئی شخص کسی دشمن کا خطرہ محسوس کرتا جو کسی شہر یا قبیلے پر حملہ کرنے کے لئے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوتا، تو وہ اونچی آواز میں لوگوں کو پکارتا اور کہتا "یا صباحاہ" ـــ قریش مکہ نے یہ آواز سن کر جواب دینے میں تاخیر نہ کی اور تمام لوگ وہاں آپ کے سامنے جمع ہو گئے۔ جو خود آ سکا آ گیا اور جس کے لئے آنا ممکن نہ تھا اس نے اپنا کوئی نمائندہ بھیج دیا۔

۱۔ الحج (۱۵ / ۹۴ ـ ۵)

۲۔ (الشعراء (۲۶ / ۲۱۴ ـ ۲۱۵)

آپ نے ان کے اکٹھے ہو جانے کے بعد فرمایا "اے بنو عبدالمطلب، اے بنو فہر، اے بنو کعب تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے عقب سے کوئی شہسوار تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟

اہل عرب حقیقت پسند اور عملی لوگ تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسا شخص جس کی سچائی، امانت داری اور جس کا خلوص انہوں نے بار بار آزمایا ہوا تھا ان کے سامنے پہاڑ پر کھڑا ہے اور اپنے پیچھے دیکھ رہا ہے جبکہ وہ صرف اسی کو اپنے سامنے دیکھ سکتے تھے تو ان کی ذکاوت اور ان کی انصاف پسندی نے انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مخبر امین و صادق کی تصدیق کریں۔ چنانچہ انہوں نے کہا "ہاں" ۔اسی وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نذیر، لَكُمْ بَيْنَ يَدَىْ (میں تمہیں اپنے سامنے کے سخت
عَذَابٌ شَدِيْدٌ عذاب سے ڈراتا ہوں

یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے لیکن ابو لحب نے کہ: تیرا ناس ہو کیا تو نے ہمیں صرف اسی لئے بلایا تھا؟

قوم کا اظہار عداوت اور جناب ابو طالب کی سرپرستی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام کو ظاہر کردیا اور حق کا اعلان کر دیا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا، تو قریش مکہ آپ سے دور نہ ہوئے اور نہ انہوں نے کوئی کا جواب دیا۔ لیکن جب آپ نے ان کے بتوں کا ذکر کیا اور ان میں عیب نکالے تو لوگوں نے اس کو بہت برا سمجھا اور آپ کی مخالفت اور عداوت پر متفق ہو گئے۔ اس موقع پر جناب ابو طالب نے، جو آپ کے چچا تھے، آپ کی سرپرستی کی۔ دشمنوں کو آپ کی طرف سے روکا اور آپ کے اور کفار کے مابین دیوار بن گئے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ اسی طرح جاری رکھا۔ آپ کو کوئی شئی اس سے روک نہ سکی اور ابو طالب آپ کی

سرپرستی کرتے اور آپ سے دشمنوں کی اذیتوں کو روکتے رہے۔

جب یہ سلسلہ دراز ہوا تو چند قریشی سردار ابو طالب کے پاس گئے اور کہا "اے ابو طالب تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے ہمارے دین میں عیب نکالے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو بیوقوف بنایا ہے' ہمارے بزرگوں کو گمراہ قرار دیا ہے' لہٰذا یا تو آپ اس کو روک دیں یا پھر آپ ایک طرف ہو جائیں۔ اس لئے کہ آپ ہمارے دین اور عقیدے پر کاربند ہیں۔ اس موقع پر ابو طالب نے ان کے ساتھ نرمی آمیز گفتگو کی اور ان کو خوش خلقی سے ٹال دیا' جس کے بعد یہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو طالب کے مابین مذاکرہ

بعد ازاں قریش مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکثر دشمنی سے ذکر کرنے لگے اور ان میں کچھ لوگ دوسروں کو بھڑکاتے تھے' چنانچہ یہ لوگ دوسری مرتبہ اکٹھے ہو کر ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا "اے ابوطالب آپ ہمارے سردار اور قابل احترام بزرگ ہیں اور ہمیں آپ سے امید تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو روکیں گے' مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اب بخدا ہم زیادہ صبر نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے بزرگوں کو برا بھلا کہے۔ ہمارے نوجوانوں کو بیوقوف بنائے' ہمارے معبودوں میں عیب نکالے' لہٰذا یا تو آپ اس کو روک دیں۔ ورنہ ہم تجھے اور اسے ایک ہی سمجھیں گے اور اس وقت تک لڑیں گے جب تک ہم میں سے کوئی ایک جماعت ہلاک نہ ہو جائے۔

ابو طالب پر ان کی قوم کی جدائی اور ان کی دشمنی بہت شاق گزری اور چونکہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت و تبلیغ سے متاثر نہ تھے اس لئے انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا بھیجا اور کہا اے میرے بھتیجے تیری قوم میرے پاس آئی تھی اور یہ کہہ کر گئی ہے لہٰذا آپ خود پر اور مجھ پر رحم کھائیں اور مجھے اتنا وزن اٹھانے کی تکلیف نہ دیں جو میں نہ اٹھا سکوں!

اگر تم لوگ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دو

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھ لیا کہ جناب ابو طالب اس معاملے میں سخت پریشان ہیں اور آپ کی مدد اور آپ کے ہمراہ کھڑے ہونے سے خود کو کمزور سمجھتے ہیں، تو آپ نے فرمایا اے چچا! واللہ اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور مجھے کہیں کہ میں اس دعوت کے کام کو چھوڑ دوں تو میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب فرما دے یا میں اس راستے میں ہلاک ہو جاؤں۔ یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ رو پڑے اور اٹھ کر چل دیئے۔ جب آپ منہ موڑ کر جانے لگے تو ابوطالب نے آواز دیکر بلایا اور کہا اے بھتیجے ادھر آؤ اور پھر کہا اے برادر زادے تو جو چاہے کہہ، آئندہ میں تمہیں کبھی نہ ٹوکوں گا۔

قریش مکہ کی طرف سے مسلمانوں کی ایذا دہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے تو جب قریش آپ سے اور ابو طالب سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اس کا غصہ ان لوگوں پر اتارا جو ان کے قبیلوں میں سے مسلمان ہو گئے تھے اور جن کو بچانے والا کوئی نہ تھا۔

چنانچہ ہر قبیلے کے لوگ اس قبیلے کے مسلمانوں پر پل پڑے۔ وہ انہیں قید کرتے، ان کو اذیتیں دیتے، مارتے، بھوکا پیاسا رکھتے اور سخت گرمیوں میں تپتی ہوئی ریت پر لٹاتے تھے۔

حضرت بلال ؓ حبشی نے جب اسلام قبول کر لیا تو ان کا آقا تپتی ہوئی دوپہر میں انہیں نکالتا اور انہیں پشت کے بل "مکہ مکرمہ" کی سنگلاخ زمین پر لٹا دیتا۔ پھر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا اور پھر وہ ان سے کہتا: بخدا تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تو مر جائے۔ یا حضرت محمد صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم کا کفر کرے اور لات و عزیٰ کی عبادت کرے، مگر حضرت بلالؓ اس مصیبت و آزمائش کے وقت بھی "احد" "احد" ہی فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے امیہ کو ایک حبشی غلام دیا جو حضرت بلالؓ سے زیادہ طاقتور اور قوی تھا اور اس کے بدلے حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد فرما دیا۔

بنو مخزوم حضرت عمار بن یاسرؓ ان کے والد اور ان کی والدہ کو، جو تمام کے تمام مسلمان تھے، سخت دوپہر کے وقت باہر لاتے اور انہیں مکہ مکرمہ کے تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹا کر اذیتیں دیتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا "اے خاندان یاسرؓ صبر کرو تمہارے لئے وعدہ گاہ جنت ہے" پھر انہوں نے حضرت عمارؓ کی والدہ کو جان سے مار دیا کیونکہ اس نے اسلام چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر مکہ مکرمہ کے ایک بے فکرے اور خوبصورت نوجوان تھے۔ ان کی والدہ بیحد مالدار تھی۔ جو بہت عمدہ کپڑے ان کو پہناتی تھی۔ حضرت مصعبؓ کو جب پتا چلا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارقم بن ارقم کے مکان پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں تو وہ آپ کے پاس گئے، اسلام قبول کیا اور آپ کی تصدیق کی۔ پھر وہ وہاں سے چلے گئے اور اپنی والدہ اور اپنی قوم کے ڈر سے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس چھپ کر آتے تھے۔ ایک مرتبہ عثمان بن طلحہ نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور جا کر ان کی والدہ اور ان کی قوم کو بتا دیا۔ انہوں نے انہیں پکڑ کر قید کر دیا۔ وہ ایک عرصے تک قید میں رہے۔ یہاں تک کہ وہ حبشہ کی ہجرت اولیٰ میں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ بعد ازاں وہ مسلمانوں کے ساتھ واپس آئے۔ اس وقت ان کی حالت سخت بدلی ہوئی تھی وہ بیحد کمزور ہو گئے تھے، مگر اس اس کے باوجود ان کی والدہ نے ان کو دوبارہ لینے سے انکار کر دیا۔

بعض مسلمان قریش کے سرداروں اور ان کے روساء کی حمایت کر کے مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ سردار ان کی حفاظت کرتے اور ان کو دشمنوں سے بچاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون ولید بن المغیرہ کی پناہ میں تھے، لیکن پھر ان کی غیرت و حمیت نے انہیں ابن کی پناہ قبول کرنے سے روک دیا تو انہوں نے اس کی امان واپس کر دی۔ وہ وفادار اور عمدہ ہمسائیگی والے شخص تھے اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پناہ نہ لوں۔ ایک مرتبہ ان کے اور ایک مشرک کے درمیان ایک جھگڑا پیدا ہو گیا جس نے مشرک کو غضبناک کر دیا تو اس نے کھڑے ہو کر ان کی ایک آنکھ پر مکا مارا۔ اسے لہو لہان کر دیا اس وقت ولید بن مغیرہ بھی قریب ہی تھا اور یہ تمام واقعہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! جو تیری آنکھ بچ گئی ہے وہ اس لئے بچی ہے کہ تو ایک محفوظ پناہ میں تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "واللہ، اللہ کی محبت میں میری تندرست آنکھ بھی اسی چوٹ کی مستحق ہے جو دوسری آنکھ کو اللہ کی محبت میں پہنچی ہے اور اے ابو عبد شمس میں اس ذات کی پناہ میں ہوں، جو تجھ سے زیادہ عزت والی اور زیادہ قدرت والی ہے۔

قریش مکہ سے لڑائی کا آغاز اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں شدت

جب قریش مکہ نے مسلمان ہو جانے والے نوجوانوں کو اسلام سے باز رکھنے کی اپنی کوششوں کو بار آور ہوتے نہ دیکھا تو ان پر یہ بات بہت شاق گزری، اس پر انہوں نے اپنے من چلے نوجوانوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ابھارا انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔ آپ کو ستایا اور آپ پر ساحر، شاعر، کاہن اور دیوانہ ہونے کا الزام لگایا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت اور ایذا دہی میں طرح طرح کے طریقے اختیار کئے۔

ایک دن ان کے روساء مقام "حجر" میں جمع تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کے سامنے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ تو ان میں سے ایک شخص نے آپ پر فقرہ چست کیا اور اس کو تین

مرتبہ دہرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے سن کر کھڑے ہو گئے آپ نے قریش مکہ کی طرف منہ کیا اور فرمایا: اے قریش مکہ -- کیا تم اس کا فقرہ سن رہے ہو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس ذبح کا پیغام لایا ہوں' یہ سن کر تمام لوگ خاموش ہو گئے اور آپ سے نرمی سے بولنے لگے۔

اگلا دن ہوا تو لوگ اس جگہ بیٹھے تھے جس جگہ آپؐ نے گزشتہ روز انہیں چھوڑا تھا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے آئے تو یہ لوگ یکبارگی کود کر آپ کے سامنے آگئے اور آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ایک شخص نے آپ کو اپنی چادر میں لیکر اسے خوب اچھی طرح پکڑ لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت وہاں موجود تھے۔ یہ منظر دیکھ کر وہ سامنے آگئے اور آپؐ کے اور دشمنوں کے درمیان آکر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت وہ رو رہے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے "کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے؟" اس پر تمام لوگ منتشر ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ بھی واپس آگئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے شدید سر درد لاحق ہو گیا کیونکہ ان ظالموں نے آپ کی داڑھی مبارک سے پکڑ کر آپ کو کھینچا تھا۔

اس روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب باہر تبلیغ کے لئے نکلے تو آپ کو جو شخص بھی ملا' خواہ وہ آزاد تھا یا غلام' اس نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو تکلیف پہنچائی۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے اور اس صدمے میں کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ اے کمبل اوڑھ کر لیٹنے والے' اٹھ لوگوں کو ڈرا

قریش مکہ کا حضرت ابوبکرؓ سے سلوک

ایک دن حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں جا کر دعوت اسلام دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلایا مگر مشرک حضرت ابوبکرؓ پر پل پڑے، انہیں نیچے گرا لیا اور انہیں شدید ضربات پہنچائیں۔ عتبہ بن ربیعہ نے تلے لگے ہوئے جوتوں سے ان کے چہرے کو مارا جس سے ان کا چہرہ سوجھ گیا اور وہ پہچانے نہ جاتے تھے۔

جب بنو تیم کو پتا چلا تو وہ انہیں اٹھا کر لے گئے انہیں ان کی موت میں شک ہی نہ تھا، مگر جب دن ڈوبنے کے قریب ہوا تو حضرت ابوبکرؓ کو ہوش آگیا اور انہوں نے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے۔ اس پر تمام لوگ ان کو ملامت کرنے لگے اور تمام لوگ انہیں چھوڑ کر چلے گئے اور پھر حضرت ام جمیلؓ آپ کے قریب آئیں جو اس سے پہلے سے مسلمان تھیں۔ انہوں نے ان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ آپ بالکل تندرست اور صحیح ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم کہ میں نہ کھانا کھاؤں گا اور نہ کوئی شئی پیوں گا جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہ کر لوں۔ تو انہیں کہا گیا کہ تھوڑی دیر انتظار کر لیجئے جب تمام لوگ سو گئے اور گلیاں سنسان ہو گئیں تو انہیں دو گھر کے افراد سہارا دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے انہیں دیکھا تو آبدیدہ ہو گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی والدہ کے لئے دعا مانگی اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیب جوئی کرنے میں قریش مکہ کا غور خوض

قریش مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق غور و خوض کیا کہ آپکو کیا کہا جائے اور کس طرح لوگوں کو اسلام سے روکا جائے اور

کس طرح ان لوگوں کو جو غور سے آپ کی باتیں سنتے ہیں یا دور دراز سے آپ سے ملنے اور آپ کی زیارت کے آتے ہیں بد دل کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے تمام لوگ ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے۔ وہ ان میں عمر رسیدہ اور زیادہ سمجھ و فراست والا تھا۔ اس وقت موسم حج بھی آچکا تھا اس نے قریش مکہ سے کہا حج کا موسم آگیا ہے اور عنقریب عربوں کے وفد تمہیں ملیں گے یہ لوگ تمہارے اس ساتھی کے متعلق سن چکے ہیں لہٰذا تم اس کے متعلق ایک رائے پر اتفاق کر لو اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو۔ جس کی بنا پر تم میں سے ایک دوسرے کی تکذیب کا مرتکب اور ایک شخص دوسرے کی بات کی تردید کا ذریعہ بن جائے۔ اس وقت لوگوں نے بہت سی تجویزیں پیش کیں مگر ولید بن مغیرہ نے ان کی ہر بات کو رد کر دیا اور ان میں کوئی نہ کوئی عیب نکالا۔ آخر میں انہوں نے اس کی طرف رجوع کیا اور کہا: ابو عبد شمس تم اس کے متعلق کیا کہتے ہوں؟ اس نے کہا سب سے بہتر بات یہ ہے کہ تم کہو کہ وہ ایک جادوگر ہے جو ایسا جادو لیکر آیا ہے جو باپ کو بیٹے سے، بھائی کو بھائی سے، خاوند کو اس کی بیوی سے اور فرد کو اس کے خاندان سے جدا کر دیتا ہے۔

یہ سن کر تمام لوگ چلے گئے اور تمام لوگ طے شدہ منصوبے کے تحت راستوں میں مجلس جما کر بیٹھ جاتے اور جب لوگ حج کرنے کے لئے آتے تو جو شخص بھی ان کے قریب سے گزرتا تو اس کو ڈرانے کے لئے آنحضورؐ کے معاملے کا اس کے سامنے تذکرہ کرتے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا دہی میں قریش مکہ کی سخت دلی اور مبالغہ

قریش مکہ نے نت نئے طریقے ایجاد کئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا رسانی میں انہوں نے خوب قساوت قلبی کا مظاہرہ کیا اور اس بارے میں رشتہ داری، صلہ رحمی اور انسانیت کی تمام حدود پھلانگ گئے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ کے آس پاس قریش مکہ بیٹھے تھے۔ کہ اسی وقت عقبہ بن ابی معیط ایک ذبح شدہ اونٹ کی اوجھ (یا بچہ دانی) اٹھا کر لے آیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر پر لا کر رکھ دیا۔ جس کی بنا پر آپ کے لئے سر اٹھانا ممکن نہ رہا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اسے آپ کی کمر سے اتار کر علیحدہ کیا اور ان لوگوں کو، جنہوں نے یہ سب کیا تھا، بد دعا دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کے خلاف بد دعا فرمائی۔

ایک اور دن کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "صحن کعبہ" میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ یہی عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے کپڑا آپ کی گردن مبارک میں ڈال کر اس کو سختی کے ساتھ بھینچا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسکے کندھے سے پکڑ کر آنحضورؐ کو اس سے چھڑایا اور کہا کہ "کیا تم ایسے شخص کو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے قتل کرتے ہو"۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کا قبول اسلام

ایک مرتبہ ابو جہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سے گزرا اس وقت آپ کوہ صفا کے قریب تھے۔ اس نے آپ کو مارا اور برا بھلا کہا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا، پھر وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا) اپنی تیر کمان کو جسم کے ارد گرد لپیٹے ہوئے شکار سے واپس تشریف لائے۔ حضرت حمزہ قریش مکہ کے ایک بہادر اور غیرت مند نوجوان تھے۔ انھیں عبداللہ بن جدعان کی باندی نے اس تمام ماجرے سے جو گزرا تھا، آگاہ کر دیا یہ سن کر حضرت حمزہؓ کو سخت طیش آیا اور وہ اسی وقت مسجد حرام میں داخل ہوگئے اور جب ابو جہل کو لوگوں کے درمیان بیٹھے

ہوئے دیکھا تو سیدھے اس کے پاس گئے اور اسکے سر پر جا کر کھڑے ہو گئے اور کمان اٹھا کر اس پر دے ماری۔ جس سے اس کو ایک واضح زخم لگ گیا اور پھر کہا "کیا تو اس کو برا بھلا کہتا ہے جبکہ میرا بھی وہی دین ہے! اور جو وہ کہتا ہے وہی میں کہتا ہوں" اس پر ابو جہل خاموش ہو گیا اور حضرت حمزہؓ اس واقعے سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے ان کا قبول اسلام قریش مکہ پر بہت گراں گزرا؛ اس لئے کہ ان کا قریش مکہ میں ایک مقام اور بہادری میں بہت اونچا نام تھا۔

عتبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین مکالمہ:

جب قریش مکہ نے دیکھ لیا کہ آئے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ بڑھ رہے ہیں اور ان میں اضافہ ہو رہا ہے تو عتبہ بن ربیعہ نے قریش مکہ سے اجازت طلب کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانا اور آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے اور آپ کے سامنے چند باتیں پیش کرنے کا متمنی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بات کو قبول کر لے تو وہ سب لوگ مل کر اس کو دے دیں اور وہ اس دعوت و تبلیغ سے رک جائے۔ قریش مکہ تے اسکو اجازت دیدی اور اسے اپنا نمائندہ قرار دیا۔

عتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا آپ کے قریب ہو کر بیٹھ گیا اور کہا اے میرے بھتیجے تجھے علم ہے کہ تو ہمارے قبیلے کا ایک معزز فرد ہے اور تو ایک ایسا دین لایا ہے جو قوم پر بہت بھاری ہے تو نے اس کے ذریعے ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ ان کے جوانوں کو بیوقوف بنایا ہے اور ان کے معبودوں اور ان کے دین میں عیب نکالے ہیں اور ان کے گزرے ہوئے بزرگوں کی تکفیر کی ہے۔ میری بات غور سے سن۔ میں تیرے سامنے چند باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ تو کسی ایک بات کو قبول کر لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو الولید جو تو کہنا چاہتا ہے میں سن رہا ہوں۔ اس نے کہا اے میرے بھتیجے اگر تو اس

دین کے ذریعے مال جمع کرنا چاہتا ہے تو ہم تیرے لئے اپنا سارا مال جمع کر دیتے ہیں اور اگر تو اس کے ذریعے سرداری اور بزرگی چاہتا ہے تو ہم تجھے اپنا سردار بنا لیتے ہیں یہاں تک کہ تیرے مشورے کے بغیر کوئی مسئلہ طے نہ ہو سکے گا اور اگر تو اس کے ذریعے ریاست اور حکومت چاہتا ہے تو ہم تجھے اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور اگر تیرے پاس کوئی ایسا جن آتا ہے جس کو تو دور نہیں کر سکتا تو ہم تیرے لئے بڑے بڑے طبیبوں کو جمع کریں گے اور تیری صحت کے لئے تمام مال صرف کر دیں گے تاآنکہ تو تندرست ہو جائے۔

جب عتبہ اپنی بات مکمل کر چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوالولید کیا تو نے اپنی بات مکمل کر لی ہے۔

اس نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: جو میں کہنا چاہتا ہوں اسے غور سے سن۔

اس نے کہا ارشاد فرمایئے۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ **حم السجدہ** کی آیات اسکے سامنے تلاوت کیں۔ جنہیں عتبہ خاموش ہو کر سنتا رہا اور سہارا لینے کے لئے اپنے ہاتھ اپنی کمر پر رکھ لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور پھر فرمایا:

اے ابو الولید جو میں نے کہا ہے وہ تو نے سن لیا ہے۔ اب تو جانے اور وہ جانے۔

عتبہ اس کے بعد اٹھ کر اپنے دوستوں کے پاس گیا تو لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا بخدا' ابوالولید جو چہرہ لیکر گیا تھا وہ بدلا ہوا ہے۔ جب وہ اطمینان سے بیٹھ گیا تو انہوں نے کہا اے ابوالولید تیرے پیچھے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پیچھے ایسی بات ہے جو میں نے واللہ کبھی نہیں سنی۔ بخدا نہ وہ شعر ہے نہ جادو ہے نہ کہانت ہے۔ اے جماعت قریش میری بات مانو اور اس شخص کو اس کے حال پر کھلا چھوڑو اس سے الگ ہو جاؤ۔ لوگوں نے یہ

سنا تو کہا "بخدا اے ابو لولید تجھ پر اس نے اپنی زبان سے جادو کر دیا ہے" اس نے کہا یہ میری رائے ہے اور تم جو چاہو وہ کرو۔

مسلمانوں کی ہجرت حبشہ

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو مبتلائے مصیبت دیکھا اور یہ بھی محسوس کیا کہ آپ انہیں اس سے روک نہیں سکتے تو آپ نے ان سے کہا: اگر تم حبشہ کے علاقے میں چلے جاؤ تو وہاں کا حکمران ایسا ہے کہ اس کے پاس کسی پر زیادتی اور ظلم نہیں ہوتا اور وہ سچائی والی زمین ہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا فرما دیں۔

آپ کا یہ مشورہ سن کر مسلمان مردوں کی ایک جماعت سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہو گئی۔ یہ اسلام کی تاریخ میں پہلی ہجرت تھی جس میں دس مرد شریک تھے۔ ان کے امیر حضرت عثمانؓ بن مظعون تھے۔ اس کے بعد حضرت جعفرؓ چلے گئے اور پھر مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے حبشہ جانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ بہت سے مسلمان حبشہ کے علاقے میں اکٹھے ہو گئے ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو بال بچے سمیت آئے تھے۔ اور ایسے بھی تھے جو اکیلے ہی آئے تھے اس طرح حبشہ میں ہجرت کرنے والوں کی تعداد ۸۳ ہو گئی۔

قریش کا مکہ کا تعاقب:

جب قریش مکہ نے یہ دیکھا کہ مسلمان حبشہ کے علاقے میں جا کر اطمینان اور سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں تو انہوں نے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو نجاشی اور اس کے فوجی سرداروں کے لئے بہت سے تحائف سمیت حبشہ میں بھیجا۔ یہ لوگ نجاشی کے پاس گئے۔ یہ لوگ اس سے پہلے فوجی سرداروں کو تحائف دیکر اپنے حق میں کر چکے تھے۔ انہوں نے

بادشاہ کے سامنے گفتگو کی اجازت چاہی اور کہا: آپ کے علاقے میں ہمارے چند بیوقوف غلام بھاگ کر آ گئے ہیں جنہوں نے اپنے قومی دین کو چھوڑ دیا ہے اور وہ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے اور ایک نیا دین انہوں گھڑا ہوا ہے جسے ہم اور ہمارے بزرگ نہیں جانتے۔ قریش مکہ کے روساء نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے جو ان کے والد، ان کے چچا اور ان کے ہم قبیلہ لوگ ہیں تاکہ آپ ان کو مکہ مکرمہ میں واپس کر دیں۔ اس لئے کہ وہ ان کا بہتر خیال رکھیں گے اور وہ ان کے قریبی رشتہ دار بھی ہیں۔ نجاشی کے فوجی سرداروں نے کہا اے بادشاہ یہ سچ ہے، آپ ان کو انہیں سونپ دیں۔

یہ ساری باتیں سن کر نجاشی کو غصہ آگیا اور اس نے ان لوگوں کو جنہوں نے اس کے ملک میں آ کر پناہ لی تھی واپس لوٹانے اور ان کو سپرد کر دینے سے انکار کر دیا اور اس کے لئے اللہ کی قسم کھا لی بعد ازاں اس نے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور اپنے عیسائی علماء کو بھی بلا لیا اور مسلمانوں سے کہا: وہ کون سا دین ہے جو تم نے اپنی قوم سے الگ ہو کر اختیار کیا ہے اور تم میرے دین میں یا ان ادیان میں جو پہلے موجود تھے کیوں داخل نہ ہوئے۔

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی پرجوش علمی تقریر

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب جو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے، تقریر کے لئے اٹھے اور کہا:

"اے بادشاہ ہم لوگ جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے، مردار کھاتے، بے حیائی والے کاموں کا ارتکاب کرتے، قطع رحمی کرتے اور ہمسائیگی کے حقوق کو پامال کرتے تھے۔ ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہماری یہی حالت تھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اپنی طرف سے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا جس کے حسب نسب، جس کی سچائی، امانت داری اور پاک دامنی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہمیں ایک اللہ کی عبادت کی طرف اور ان اشیا اور دیوی دیوتاؤں کو چھوڑنے کی دعوت دی تھی جو پتھروں

اور مورتیوں کی شکل میں برسوں سے ہمارے اور ہمارے بزرگوں کے معبود چلے آتے تھے۔ اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، ہمسائیگی کا خیال رکھنے، حرام کاموں اور خون ریزی سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور اس نے بے حیائی کے کاموں، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزے رکھنے کا حکم دیا اس طرح انہوں نے اسلام کی کئی باتیں شمار کر کے بتائیں اور پھر کہا کہ ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لائے تھے ہم نے اس کی پیروی کی۔ ہم نے اس کے ساتھ کسی کو شریک کئے بغیر ایک اللہ کی عبادت شروع کر دی اور جن باتوں کو اس نے ہمارے لئے حرام ٹھہرایا، ہم نے ان کو حرام سمجھا اور جن کو اس نے حلال بتایا ہم نے انہیں حلال جانا۔ اس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ انہوں نے ہمیں طرح طرح سے ستایا انہوں نے ان کے لئے اور ہمارے لئے اپنے دین پر چلنا مشکل کر دیا تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر دوبارہ بتوں کی عبادت کو لوٹ جائیں اور جن گندے کاموں کو ہم پہلے حلال سمجھتے تھے انہیں دوبارہ حلال سمجھنا شروع کر دیں۔

جب انہوں نے ہمیں زیادہ ستایا اور ہم پر زیادہ مظالم کئے، ہمارے لئے سخت تنگی پیدا کر دی اور وہ ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان رکاوٹ بن گئے تو ہم آپ کے اس ملک میں چلے آئے اور ہم نے آپ کے علاقے کی سکونت کو دوسرے علاقوں پر ترجیح دی اور ہم نے آپ کی ہمسائیگی میں رہنا پسند کیا۔ ہمیں امید ہے کہ اے نیک دل بادشاہ کہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہ ہو گا۔

نجاشی نے یہ تمام تقریر انتہائی سکون اور اطمینان سے سنی اور پھر کہا:

کیا تمہارے پاس وہ پیغام ہے جو تمہارا یہ ساتھی لیکر آیا ہے

حضرت جعفرؓ نے کہا ہاں ہے۔

نجاشی نے کہا: پھر اسے پڑھ کر سنایئے۔

حضرت جعفرؓ نے انہیں سورہ مریم کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں۔ جنہیں سن کر نجاشی اتنا رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی اور علمائے نصاریٰ جو اس مجلس میں جمع تھے وہ بھی انہیں سن کر رو پڑے تاآنکہ ان کی داڑھیاں بھیگ گئیں۔

وفد قریش کی ناکامی

نجاشی نے کہا: بیشک یہ تو وہی ہے جو حضرت عیسیٰ لائے تھے۔ دونوں ایک ہی منبع فیض سے نکلے ہیں پھر وہ قریش کے وفد کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا تم دونوں واپس چلے جاؤ بخدا میں انہیں کبھی بھی تمہیں واپس نہ کروں گا۔

اگلے دن عمرو بن العاص نجاشی کے پاس صبح سویرے گئے اور کہا اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک بہت بڑی بات کہتے ہیں۔ حضرت جعفرؓ کو دوبارہ طلب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو کچھ ہمیں بتایا وہ یہ ہے کہ "وہ اللہ کے ایک بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا وہ امر ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم کے رحم میں ڈالا تھا" یہ سن کر نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور زمین سے ایک تنکا اٹھا لیا اور کہا: بخدا عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

اس کے بعد اس نے مسلمانوں کو باعزت طریقے سے واپس بھیج دیا اور یہ دونوں سردار ناکام و نامراد ہو کر لوٹ چلے آئے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا قبول اسلام

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضرت عمر فاروقؓ عدوی قرشی کے قبول اسلام سے قوت پہنچائی۔ جو ایک ہیبت والے اور قوت و شوکت والے شخص تھے۔ خود نبی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے قبول ایمان کی آرزو تھی۔ آپ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔

ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطاب اسلام لے آئیں اور ان کے خاوند حضرت سعیدؓ بن زید بھی مسلمان ہو گئے۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا ہوا تھا کیونکہ حضرت عمرؓ مسلمانوں اور اسلام کے سخت ترین مخالف تھے۔ حضرت خبابؓ بن الارت حضرت فاطمہؓ کے پاس انہیں قرآن مجید سکھانے کے لئے آتے رہتے تھے۔

ایک دن حضرت عمرؓ اپنی تلوار کو گردن میں لٹکائے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ سب لوگ کوہ صفا کے قریب ایک مکان میں جمع ہیں۔ راستے میں ان سے نعیمؓ بن عبداللہ ملے جو اس کے ہم قوم یعنی بنو عدی سے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ کہا میں اس صابی محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں جس نے قریش کے معاملے کو متفرق کر دیا ہے اور اس کے نوجوانوں کو بیوقوف بنا دیا ہے ان کے دین میں عیب نکالے ہیں اور وہ ان کے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ اس لئے میں اسے قتل کر دوں گا۔

نعیمؓ بن عبداللہ نے کہا اے عمر تجھے تیری ذات نے دھوکے میں ڈال دیا ہے تو پہلے اپنے گھر جا کر اپنے گھر کے حالات درست کر لے۔ اس نے کہا کون سے میرے گھر کے حالات؟ انہوں نے کہا "تمہارا داماد اور چچا زاد بھائی سعید بن زید اور تیری بہن فاطمہؓ بنت الخطاب دونوں مسلمان ہو گئے ہیں" ان دونوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کے دین حق کی

اتباع کرلی ہے لہٰذا پہلے ان دونوں کو ٹھیک کر۔

اس پر حضرت عمر فاروقؓ اپنی بہن اور اپنے بہنوئی کی طرف لوٹ گئے۔ اس وقت ان کے پاس خباب بن الارت ایک صحیفے کے ساتھ موجود تھے جس میں سورہ طہٰ لکھی ہوئی تھی جو وہ دونوں میاں بیوی کو پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت عمر کا آنا محسوس کیا تو وہ (حضرت خباب) مکان کی ایک کوٹھڑی میں جا کر چھپ گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے صحیفہ مبارکہ کو اٹھا لیا اور اس کو اپنی بغل میں دبا لیا۔ حضرت عمرؓ مکان کے قریب پہنچ کر حضرتؓ خباب کی تلاوت سن چکے تھے جب وہ انکے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ گنگناہٹ کی آواز کیا تھی۔ انہوں نے کہا: ہم نے تو کچھ نہیں سنا۔ انہوں نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دونوں نے محمد کی پیروی اختیار کرلی ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر نے اپنے بہنوئی سعید کو پکڑ لیا اور ان کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت فاطمہ ان کو چھڑانے کے لئے جب آگے بڑھیں، تو انہوں نے انہیں بھی زخمی کر دیا، حضرت عمرؓ نے جب دونوں کو مارا تو انہوں نے کہا: ہاں ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں تجھ سے جو ہو سکتا ہے کر لے۔

حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کے جسم پر جب خون دیکھا تو انہیں اپنی حرکت پر ندامت ہوئی اور وہ رک گئے اور اپنی بہن سے کہا مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جو تم دونوں ابھی پڑھ رہے تھے میں دیکھوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لیکر آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ خود پڑھنا جانتے تھے۔ جب انہوں نے یہ کہا تو ان کی ہمشیرہ نے ان سے کہا: ہمیں تجھ سے خطرہ ہے۔ انہوں نے کہا: مجھ سے نہ ڈریں اور انہوں نے اپنے دیوتاؤں کی قسم کھائی۔ اس پر انہیں ان کے اسلام کی آرزو ہوئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا: اے بھائی اپنے شرک کی بنا پر تو پلید ہے۔ جبکہ اسے پاک و طاہر شخص کے سوا کوئی شخص ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر غسل کیا اور پھر حضرت فاطمہؓ نے انہیں وہ

صحیفہ دے دیا۔ جس میں سورہ طٰہٰ تھی۔ جب انہوں نے اس کا ابتدائی حصہ پڑھا تو فرمایا "یہ کتنا عمدہ اور خوبصورت کلام ہے" جب حضرت خبابؓ نے یہ بات سنی تو وہ باہر نکل آئے اور کہا: اے عمرؓ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعا کے لئے منتخب کرلیا ہے اس لئے کہ گزشتہ شام میں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا' "اے اللہ اسلام کو ابو الحکم بن ہشام (ابو جہل) یا عمر بن الخطاب کے اسلام سے تقویت پہنچا بخدا اللہ نے آپ کو اے عمر چن لیا ہے"

اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "اے خباب مجھے بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کہاں ہیں تاکہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لاؤں۔ حضرت خبابؓ نے فرمایا وہ مقام صفا کے قریب ایک مکان میں ہیں اور ان کے ہمراہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو نیام میں کیا اور پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی طرف چل پڑے اور جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب صحابہؓ نے آواز سنی اور ایک صحابی نے دروازے کی درز میں سے جھانک کر دیکھا اور حضرت عمرؓ کو تلوار سمیت کھڑے دیکھا تو وہ گھبرائے ہوئے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے پاس آئے اور آ کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دروازے پر عمر بن الخطاب ہے جو تلوار لٹکائے ہوئے ہے یہ سن کر حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب نے فرمایا انہیں اندر بلا لو' اگر تو وہ نیک ارادے سے آیا تو نبھا --- اور اگر وہ برے ارادے سے آیا ہے تو ہم اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے انہیں اندر آنے دو۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور کمر سے یا چادر باندھنے کی جگہ سے انہیں پکڑا اور پھر ایک زور دار جھٹکا دیا اور کہا اے عمرؓ تو یہاں کس ارادے سے آیا ہے۔ بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اس وقت تک

باز نہ آئے گا جب تک تجھ پر کوئی عذاب نازل نہ ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، میں آپ کے پاس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر اور اسلامی تعلیمات پر اسلام لانے کے لئے آیا ہوں۔ اس پر رسول اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے زور دار تکبیر کہی جس سے اس مکان میں موجود تمام صحابہؓ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر اسلام لے آئے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں نے خود کو بڑا طاقتور محسوس کیا۔ حضرت حمزہؓ تو اس سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود جا کر، اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا اور ان کا اسلام لانا جلد ہی قریش مکہ کو معلوم ہو گیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑائی کی تاآنکہ وہ ان کی جانب سے مایوس ہو گئے۔

بنی ہاشم کا مقاطعہ اور بائیکاٹ

اس طرح اسلام آہستہ آہستہ عرب قبائل میں پھیلتا رہا پھر ایک دن قریش مکہ اکٹھے ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ وہ بنو ہاشم اور خاندان مطلب کے خلاف اس بات کا آپس میں معاہدہ کریں کہ وہ ان سے نہ شادی بیاہ کریں گے نہ ان کو کوئی شے فروخت کریں گے، نہ ان سے کوئی شئی خریدیں گے۔ جب انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا تو اُسے ایک صحیفے کی شکل میں لکھ دیا اور ایک دوسرے سے اس کی پابندی کا پختہ عہد لیا اور پھر اس عہد نامے کو اس کی پابندی بڑھانے کے لئے کعبہ کے اندر لٹکا دیا۔

شعب ابی طالب

جب قریش مکہ نے یہ معاہدہ کر لیا تو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب نے جناب ابو طالب کے پاس آ کر پناہ لی اور ان کے ہمراہ ایک گھاٹی میں داخل ہو گئے، یہ 7ھ کا قصہ ہے۔ بنو ہاشم میں سے ابو لہب نے قریش مکہ کا ساتھ دیا

اور اپنے خاندان سے باہر رہا۔

بنو ہاشم اسی محاصرے میں رہے یہاں تک کہ محاصرے کی سختی کی بنا پر انہوں نے کیکر کے پتے کھائے۔ ان کے بچے بھوک سے بلبلاتے تھے اور ان کے رونے کی آوازیں دور سے سنائی دیتی تھیں اور قریش مکہ ان کے اور تاجروں کے درمیان ایک رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے وہ ان کے لئے سامان کو کئی کئی گنا مہنگا کر کے بیان کرتے تاکہ وہ اسے خرید نہ سکیں۔ بنو ہاشم تین سال تک اسی حالت میں رہے۔ اس دوران بعض نیک دل قریشی سرداروں کی طرف سے خفیہ امداد کے سوا کوئی امداد ان کے پاس نہ پہنچی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی قوم کو دن رات خفیہ اور اعلانیہ دعوت اسلام دینے میں مصروف رہے جبکہ بنو ہاشم صبر و رضا کا مجسمہ بنے رہے۔

معاہدے اور محاصرے کا اختتام:

قریش مکہ میں جو مروت اور ضمیر رکھنے والے لوگ تھے، جن میں ہشام بن عمرو بن ربیعہ سب سے پیش پیش تھا اس معاہدے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس ظالمانہ معاہدے کی مذمت کی۔ ہشام بڑے تعلقات والا اور اپنی قوم میں بڑی عزت و وجاہت والا شخص تھا۔ وہ قریش مکہ کے ان سرداروں کے پاس گیا جن میں نرم دلی اور مردانگی کی اوصاف تھیں اور اس نے اس معاہدے کو توڑنے کے لئے اور اس ظالمانہ محاصرے کو ختم کرنے کے لئے ان کی حمیت اور انسانیت کو ابھارا۔ یہ پانچ مکی افراد تھے۔ انہوں نے آپس میں اس بات پر اتفاق کر لیا کہ وہ اس معاہدے کو توڑ دیں گے جب اگلے دن قریش مکہ اپنی مشاورتی مجلس میں اکٹھے ہوئے تو زہیر بن امیر کھڑے ہو گئے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پھپھی حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کے فرزند تھے اور لوگوں کی طرف منہ کر کے کہا:

اے اہل مکہ، کیا ہم کھانا کھاتے رہیں گے اور اچھے اچھے کپڑے پہنتے رہیں گے اور بنو ہاشم ہلاک ہوتے رہیں گے نہ انہیں کوئی شے فروخت کی

جاتی ہے نہ ان سے خریدی جاتی ہے بخدا میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک اس ظالمانہ معاہدے کو ختم نہیں کیا جاتا۔

ابوجہل نے اس کی گفتگو میں دخل انداز ہونے کی کوشش کی مگر اسکی بات کسی نے نہ سنی۔ اس پر مطعم بن عدی معاہدے کے کاغذ کو پھاڑنے کے لئے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اسے تو پہلے ہی دیمک کھا چکی ہے۔ بجز "باسمک اللھم" کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس سے پہلے ابو طالب کو یہ بات بتا چکے تھے۔ اس پر معاہدہ ختم کر دیا گیا۔

جناب ابو طالب اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا وصال

جناب ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ دونوں کا ایک ہی سال میں انتقال ہوا، یعنی نبوت کے دسویں سال میں۔ یہ دونوں رسول اکرمؐ کے لئے حسن صحبت، وفا، امداد اور نصرت مجسم تھے لیکن افسوس کہ ابو طالب مسلمان نہیں ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر مسلسل مصائب و آلام کا نزول جاری رہا۔

طبائع سلیمہ پر قرآن مجید کا اثر

طفیلؓ بن عمر دوسی مکہ مکرمہ آیا جو ایک عزت دار شخص اور ایک ذہین شاعر تھا۔ قریش مکہ حسب معمول اس کے اور رسول اکرم کے مابین حائل ہو گئے۔ انہوں نے طفیلؓ کو آپ کے قریب آنے اور آپ کی باتیں سننے سے منع کیا۔ انہوں نے کہا: ہمیں آپ پر اور آپ کی قوم پر اس فتنے کا اندیشہ ہے جو ہمارے اوپر داخل ہو چکا ہے لہذا آپ اس سے نہ کلام کریں اور نہ ان کی بات ہی سنیں۔

حضرت طفیل کہتے ہیں "بخدا یہ لوگ اسی طرح مجھے پکا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے دل میں تہیہ کر لیا کہ میں آپ کی کوئی بات نہ سنوں گا اور نہ آپ سے ہم کلام ہوں گا یہاں تک کہ میں نے اپنے کان میں روئی

ڈال لی۔ جب میں مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز ادا کر رہے ہیں۔ تو میں ان کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں آپ کا کلام سنوں۔ طفیل کہتے ہیں کہ "میں نے بہت ہی عمدہ کلام سنا" میں نے اپنے دل میں کہا: مجھے میری ماں روئے، بخدا میں ایک سمجھدار شخص اور شاعر ہوں۔ مجھ پر اچھا اور برا کلام مخفی نہیں ہے لہٰذا مجھے اس شخص کا کلام سننے سے کوئی شی مانع نہیں ہے اور جو میں سنوں گا اگر وہ کلام اچھا ہوا تو اسے قبول کر لوں گا اور اگر وہ برا ہوا تو اسے چھوڑ دوں گا"

حضرت طفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو تمام بات کہہ سنائی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن مجید پڑھ کر سنایا تو وہ مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم میں اسلام کے داعی اور مبلغ بن کر لوٹے۔ انہوں نے اپنے تمام گھر والوں کو بتایا کہ وہ ان کے ساتھ اس وقت تک نہ رہ سکیں گے جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں گے۔ اس سے متاثر ہو کر تمام لوگ مسلمان ہو گئے پھر انہوں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف بلایا اور اس طرح جلد ہی اسلام ان میں پھیل گیا۔

سفر طائف اور اس میں اٹھائے جانے والے مصائب

جب ابو طالب فوت ہو گئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کی طرف سے وہ دکھ اٹھائے جو ابو طالب کی زندگی میں آپ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ قریش مکہ کے ایک بیوقوف شخص نے آنحضورؐ کو روک کر آپ کے سر پر مٹی ڈال دی۔

جب قریش مکہ کی طرف سے اذیتیں حد سے بڑھ گئیں اور ان کا اسلام سے رکنا اور اس سے باز رہنا پختہ ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو ثقیف سے حصول امداد کی غرض سے طائف تشریف لے گئے تاکہ وہ

اسلام میں داخل ہو جائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف پہنچ کر ان کی ایک جماعت کے پاس گئے جن میں بنو ثقیف کے روساء بھی تھے تو آپ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے آپ کی دعوت کا نہایت سختی سے جواب دیا اور آپ کا مذاق اڑایا اور پھر اپنے سرپھرے نوجوانوں اور غلاموں کو بھڑکا دیا جس پر انہوں نے آپ کو برا بھلا کہنا، آپ پر آوازے کسنا اور آپ کو پتھر مارنا شروع کر دیا۔ اس پر آپ ایک "کھجور" کے سائے میں جا کر بیٹھ گئے اس وقت آپ سخت غمزدہ تھے۔ آپ نے طائف میں جو تکلیف اٹھائی وہ قریش مکہ کی پہنچائی ہوئی تکلیفوں سے بہت زیادہ تھی۔ اہل طائف آپ کے راستے پر دو رویہ ہو کر بیٹھ گئے جب آپ ان کے سامنے سے گزرتے تو آپ جب بھی قدم مبارک اٹھاتے تو وہ آپ کو ضرور پتھر مارتے۔ یہاں تک کہ آپ لہو لہان ہو گئے اس وقت آپ کے دل اور آپ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی قوت کی کمزوری اور اپنے حیلے کی قلت کا شکوہ جاری ہو گیا اور اس بات کا کہ لوگوں نے آپ کو آسان جان لیا ہے اور پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور نصرت کا سوال کیا اور کہا:

اے اللہ، میں تجھ سے اپنی طاقت کی کمزوری، اپنے حیلے کی کمی، لوگوں کے لئے اپنے آسان ہونے کی شکایت کرتا ہوں، اے رحم الراحمین تو ہی کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا رب ہے، تو مجھے کس کو سونپتا ہے؟ اس دور والے دشمن کے جو مجھ پر حملہ کرتا ہے یا اس دشمن کی طرف جسے تو نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے۔ اے اللہ، اگر تو یہ سب تیری ناراضگی کی بنا پر نہیں ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ بجز اس کے، تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسعت انگیز ہے۔ اے اللہ، میں تیرے چہرے کے اس نور کے واسطے سے پناہ مانگتا ہوں جس سے تمام تاریکیاں چھٹ گئیں اور دنیا و آخرت کے تمام

معاملات سنور گئے' کہ تیرا مجھ پر غضب نازل ہو یا مجھ پر تیری ناراضگی اترے اے اللہ میں تیرے سامنے اظہار عجز کرتا رہوں گا تاآنکہ تو راضی ہو جائے اور نہیں ہے کوئی طاقت اور قوت مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ"

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے (ملک الجبال) کو آپ کے پاس اس بات کی اجازت لینے کے لئے بھیجا کہ وہ ان دو پہاڑوں کو باہم ملا دیں جن کے درمیان طائف واقع ہے۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ ان لوگوں کی پشت سے وہ لوگ پیدا ہوں گے جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ نے دیکھا اور آپ کو جو دکھ پہنچائے گئے تھے وہ دیکھے تو ان کی مردانگی جوش میں آگئی اور انہوں نے اپنے ایک نصرانی غلام کو جس کا نام "عداس" تھا بلایا اور اس کو کہا تھوڑے سے انگور لے اور ایک تھال میں رکھ کر اس شخص کو دے آؤ اور اسے کہہ کہ انہیں کھا لے۔ عداس نے ایسے ہی کیا یہ غلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سن کر اور آپ کا اخلاق دیکھ کر اسلام لے آیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے مکہ مکرمہ واپس چلے گئے اس وقت آپ کی قوم پہلے کی نسبت آپ کی زیادہ مخالف اور دشمن تھی اور آپ کا مذاق اڑاتی تھی۔

اسراء و معراج اور نماز پنجگانہ کی فرضیت

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی اور وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اپنے پیغمبرؐ کو اپنا قرب' آسمانوں اور نشانات کا مشاہدہ کرایا اور انبیاء علیہم السلام کا اجتماع دکھایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (۱)

نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔ انہوں نے اپنے رب کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے

یہ سفر کیا تھا در حقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عمدہ ضیافت اور مہمانی تھی اور آپ کے لئے تسلی و تشفی کا ذریعہ تھا اور سفر طائف میں آپ کو جس اذیت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کا بدلہ تھا۔

جب صبح ہوئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش مکہ کے پاس گئے اور انہیں جا کر یہ خبر سنائی۔ انہوں نے اس کا انکار کیا اور اس کو ناممکن جانا اور آپ کو جھٹلایا اور آپ کا مذاق اڑایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی سنا تو فوراً" کہا "بخدا اگر یہ بات آپ نے کہی ہے تو ضرور سچ ہے، تمہارے لئے اس میں بھلا تعجب کی بات کون سی ہے؟ بخدا وہ بتاتے ہیں کہ ان کے پاس رات یا دن کے ایک لمحے میں آسمان سے زمین پر خبر آتی ہے تو میں اس کو بھی سچ سمجھتا ہوں اور یہ بات اس سے جسے تم عجیب سمجھتے ہوں، بڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپ پر اور آپ کی امت پر یومیہ پچاس نمازیں فرض کیں، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخفیف کا سوال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے رات دن میں پانچ نمازیں رہنے دیں اور یہ فرمایا کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کو ادا کرے گا اس کے لئے پچاس نمازوں کے برابر اجر اور ثواب عطا ہو گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قبائل عرب

قریش مکہ اور بنو ثقیف سے مایوس ہو کر آپؐ موسم حج میں عرب قبائل کے سامنے اسلام کی دعوت اور اس بات کی دعوت دینا شروع کردی کہ

ا۔ النجم (۵۳/ ۱۷ ـ ۱۸)

وہ آپ کی حمایت و نصرت کریں۔ آپ لوگوں کے پاس جاتے اور فرماتے اے فلاں قبیلے والو! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم کو ایک اللہ کی عبادت اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کا حکم دیتا ہوں اور اس بات کا کہ تم جن شریکوں کی عبادت کرتے ہو، ان سب کو چھوڑ کر مجھ پر ایمان لے آؤ، میری تصدیق کرو اور میری حفاظت کرو تاکہ میں وہ باتیں بیان کروں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گفتگو سے فارغ ہو جاتے تو ابو لہب کھڑا ہو جاتا اور کہتا! اے فلاں قبیلے کے لوگو! یہ شخص تم کو کہتا ہے کہ تم لات و عزای اسی طرح اپنے مددگار جنات کو کو چھوڑ دو اور ان باتوں کو اپنا لو جو گمراہی والی اور نئی ہیں لہٰذا تم اس کی اطاعت نہ کرو اور نہ اس کی بات سنو!

انصار کے مسلمان ہونے کی ابتداء

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام حج میں تبلیغ کے لئے نکلے تو جب آپ ایک گھاٹی کے قریب پہنچے تو آپ کو قبیلہ خزرج کے، جو انصار کا ایک قبیلہ تھا، کچھ لوگ ملے آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ یہ لوگ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے ہمسائے تھے اور یہ لوگ ان سے ایک نبی کے آنے کا سنتے رہتے تھے۔ ان کے خیال میں اس کی آمد کا زمانہ نزدیک تھا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اے لوگو! جان لو بخدا یہ وہی نبی ہے جس سے تمہیں یہودی ڈراتے ہیں لہٰذا کہیں وہ تم سے سبقت نہ لے جائیں اس طرح، انہوں آپ کی دعوت قبول کر لی اور آپ کی تصدیق کی اور کہا: ہم نے اپنی قوم کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ شاید ہی کسی اور قوم میں اتنی عداوت اور دشمنی ہوگی جتنی ہماری قوم میں ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ان سب کو اکٹھا کر دے۔ ہم آپ کا معاملہ ان کو پیش کریں اور انہیں یہ

دعوت دیں گے اور جو دین ہم نے قبول کیا ہے وہ ان کے سامنے پیش کریں گے اگر تو اللہ تعالیٰ نے انھیں آپ پر جمع کر دیا تو دنیا میں آپ سے زیادہ معزز کوئی شخص نہ ہو گا۔

پھر یہ لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے یہ لوگ مسلمان ہو کر گئے تھے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے۔ جب یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو انھوں نے اپنے بھائیوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا اور انھیں اسلام کی دعوت دی جس پر اسلام مدینہ منورہ میں پھیل گیا اور "انصار مدینہ" میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک نہ پہنچا ہو۔

بیعت عقبہ اولیٰ

اگلے سال موسم حج میں "انصار" میں سے بارہ افراد حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "عقبہ اولیٰ" کے مقام پر اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے (توحید)، چوری، زنا اور قتل اولاد سے بچنے اور نیک کاموں میں آپ کی "اطاعت" پر بیعت کی۔

جب ان لوگوں نے مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ بھیج دیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ وہاں جا کر انھیں قرآن پڑھائیں اور اسلام کے احکام سکھائیں اور دین کی باتیں سمجھائیں۔ اسی لئے ان کا نام "مقری مدینہ" پڑ گیا۔ وہ حضرت اسعد بن زرارہ کے مہمان بنے اور انھیں نماز پڑھاتے تھے۔

مدینہ منورہ میں اسلام کی اشاعت

جلد ہی اسلام انصار کے دونوں قبیلوں یعنی اوس اور خزرج میں پھیلنے لگا اور حضرت سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر جو اوس کے خاندان بنو عبد اللہ بن اشہل سے تھے اور قبیلہ اوس کے سردار تھے، مسلمان ہو جانے والے

لوگوں کے حسن سلوک اور دعوت اسلام پیش کرنے کے عمدہ طریقے اور حضرت مصعبؓ بن عمیر کی کوششوں سے مسلمان ہو گئے اور ان کی وجہ سے بنو عبداللہ بن اشہل کا ہر ایک فرد مسلمان ہو گیا اور انصار مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں مرد اور عورتیں مسلمان نہ ہوئی ہوں۔

بیعت عقبہ ثانیہ:

حضرت مصعبؓ بن عمیر اگلے سال موسم حج میں مکہ مکرمہ واپس گئے تو ان کے ہمراہ انصار مدینہ کے مسلمانوں کی ایک جماعت بھی ہمرکاب تھی جو دوسرے مشرک لوگوں کے ہمراہ مکہ آئے تھے۔ انہوں نے عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا وقت لیا۔ چنانچہ جب یہ لوگ حج بیت اللہ سے فارغ ہو گئے اور تین راتیں گزر گئیں تو یہ لوگ عقبہ کے قریب ایک گھاٹی میں جمع ہوئے۔ ان لوگوں کی اس وقت کل تعداد 75 تھی۔ یعنی 73 مرد اور دو عورتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کے ہمراہ تشریف لائے۔ حضرت عباسؓ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بات چیت کی اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: میں تم سے اس بات کی بیعت لیتا ہوں کہ تم لوگ میری اسی طرح حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ سے عہد لیا کہ آپ اپنی قوم کے پاس دوبارہ لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا عہد کیا اور فرمایا: میں تمہارا فرد ہوں اور تم میرے ہو۔ جو تم سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے بارہ سردار منتخب فرمائے نو قبیلہ خزرج میں سے اور تین قبیلہ اوس

ہے۔

ہجرت مدینہ

جب انصار کے قبیلے نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام لانے اور آپ کی اور آپ کے صحابہ کی مدد اور نصرت کرنے کی بیعت کر لی۔ تو بہت سے مسلمانوں نے انکی پناہ لی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جائیں۔ اور اپنے انصاری بھائیوں سے جا ملیں اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائی بنا دیئے ہیں اور تمہیں ایسا گھر دیا ہے جس میں تم لوگ امن سے رہ سکتے ہو" اس کے بعد مسلمان جماعتوں کی شکل میں مدینہ منورہ روانہ ہونے لگے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت کے منتظر رہے۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت آسان نہ تھی کیونکہ قریش مکہ نے خوشی سے اس کی اجازت نہ دی بلکہ یہ لوگ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے راستے میں ہر ممکن روڑے اٹکاتے تھے اور ہجرت کرنے والوں کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کرتے تھے، لیکن ان کی یہ "سوچ" مہاجروں کو ہجرت سے دست بردار نہ کر سکی اور انہیں زیادہ عرصے مکہ مکرمہ میں نہ روک سکی۔ ان میں سے بعض صحابہ کو اپنے بیوی بچے مکہ میں چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا تھا اور وہ اکیلے ہجرت کر کے چلے جاتے تھے۔ جیسے کہ حضرت ابو سلمہؓ تھے اور بعض صحابہؓ کو اس بات پر مجبور کیا جاتا کہ وہ اپنی زندگی بھر کی کمائی چھوڑ جائیں جیسے کہ حضرت صہیبؓ کے ساتھ یہی ہوا۔

اس طرح حضرت عمرؓ بن الخطاب، طلحہؓ، حمزہؓ، یزیدؓ بن حارثہ، عبدالرحمانؓ بن عوف، زبیرؓ بن العوام، ابوحذیفہؓ، عثمانؓ بن عفان اور دوسرے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی جس کے نتیجے میں ہجرت کا سلسلہ چل پڑا اور مکہ مکرمہ میں ان لوگوں کے سوا جو قید و حبس میں تھے اور حضرت

علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے سوا کوئی شخص باقی نہ رہا۔

قریش مکہ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی آخری سازش اور ناکامی

جب قریش مکہ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انصار مدینہ کی تائید و نصرت حاصل ہو گئی ہے جن پر قریش کا کوئی زور و تسلط نہیں ہے تو انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترک وطن کر کے مدینہ منورہ پہنچ جائیں جس کے بعد ان کے متعلق ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے گی، لہٰذا وہ دارالندوہ میں جمع ہوئے جو "قصی بن کلاب" کا گھر تھا۔ قریش مکہ جب بھی کوئی کام کرتے تھے تو اسی میں مشورہ کرتے تھے اسی جگہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تدبیر اور مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے۔ اس موقع پر بھی قریش مکہ مشورہ کے لئے یہیں جمع ہوئے۔

سب سے آخر میں انہوں نے جس تدبیر پر اتفاق کیا وہ یہ تھی کہ ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان کا انتخاب کیا جائے جو زور و قوت والا اور اونچے خاندان والا ہو۔ یہ سب لوگ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کریں اور تمام لوگ یکبارگی حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیں۔ جس کی بنا پر آپ کے قتل کا ذمہ بہت سے قبیلوں پر ہو گا اور عبدمناف والے اتنے قبیلوں میں سے ہر ایک کے ساتھ جنگ نہ کر سکیں گے۔ اس مشورے کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مشورے سے آگاہ کر دیا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے بستر پر آپ کی چادر مبارک لیکر لیٹ جائیں۔ آپ نے فرمایا آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔

حسب قرار داد، تمام لوگ آپ کے دروازے پر جمع ہو گئے جو حملے

کے لئے تیار ہو کر آئے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب باہر نکلنے لگے تو آپ نے مٹھی بھر مٹی اپنے ہاتھ میں لی اور ان پر ڈال دی، اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہوں کو آپ کی طرف سے اندھا کر دیا لہٰذا وہ آپ کو نہ دیکھ سکے اور اس وقت آپ سورہ یٰسین کی ابتدائی آیات (شروع سے لیکر **فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ** تک) تلاوت فرما رہے تھے۔

بعد ازاں ان کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا "محمد" کا۔ اس نے کہا اللہ تمہیں نامراد کرے وہ تو نکل بھی گئے اور جہاں جانا تھا ادھر کو روانہ ہو گئے۔

جب انہوں نے اندر جھانکا تو اندر چادر لیکر کسی کو لیٹے ہوئے پایا جس پر انہیں یقین ہو گیا کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جب صبح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھے تو وہ ناکام ہو کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے آکر کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا مجھے رفاقت کا شرف حاصل ہو گا؟ فرمایا ہاں۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرط خوشی سے رو پڑے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں دو اونٹنیاں پیش کیں جو انہوں نے اس سفر کے لئے تیار کی ہوئی تھیں اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن اویقط کو راستہ بتانے کے لئے اجرت پر حاصل کر لیا ہوا تھا۔ آپؐ حضرت علیؓ کو یہ حکم دے چکے تھے کہ وہ مکہ مکرمہ میں آپ کی نیابت کریں اور وہ تمام امانتیں جو آپ کے پاس لوگوں کی جمع تھیں وہ ان کے حوالے کر دیں۔ اس لئے کہ مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس، آپ کی امانت داری اور راست گوئی کی بنا پر کوئی امانت جمع نہ ہو۔

غار ثور میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ سے خفیہ طریقے سے نکلے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے پاس آکر ان کے بارے میں قریش مکہ جو جو مشورے کریں انہیں بتادیں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ وہ دن کے وقت بکریاں چرائیں اور رات کے وقت ان کے قریب لے آئیں حضرت اسماء بنت ابی بکر آپ دونوں کا کھانا لیکر آتی تھیں۔

آپ دونوں نے گھر سے نکل کر "غار ثور" کا قصد کیا۔ جب غار کے قریب پہنچے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے قبل غار میں گئے۔ انہوں نے اس خیال سے کہ مبادا اس میں کوئی موذی شی ہو اس کو اندر سے جاکر اچھی طرح دیکھا۔ بعد ازاں آپ کو اندر بلالیا۔

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ایک مکڑی کو بھیجا جس نے غار اور اس درخت کے درمیان جو غار کے منہ پر تھا جالا بن دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور حضرت ابو بکرؓ دونوں اس میں چھپ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا جو اپنے پر پھیلائے ہوئے آئے اور مکڑی کے جالے اور درخت کے درمیان میں آکر بیٹھ گئے۔

مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے قدموں کے نشانات کا تعاقب کیا جب یہ لوگ یہاں تک پہنچ گئے تو انہیں اشتباہ ہوگیا۔ یہ لوگ اندازے سے پہاڑ پر چڑھے اور غار کے قریب سے گزر گئے۔ انہوں نے اس کے دروازے پر مکڑی کا جالا دیکھا تو کہا: اگر اس غار میں کوئی شخص اندر گیا ہوتا تو اس کے دروازے پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔

نہ ڈر اللہ ہمارے ساتھ ہے

جب آپ دونوں غار میں تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

مشرکین کا خطرہ محسوس کیا تو انہوں نے فرمایا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدم اٹھا کر دیکھا تو ہم نظر آ جائیں گے تو آپ نے فرمایا "تیرا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو" اسی کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۱)

آپ دو میں سے دوسرے تھے جب آپ دونوں غار میں تھے جب آپ اپنے ہمراہی سے کہہ رہے تھے کہ تو غم نہ کر، یقیناً" اللہ ہمارے ساتھ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تعاقب

جب قریش مکہ نے آپ کو نہ پایا تو انہوں نے آپ کو تلاش کرنے والے کے لئے ایک سو اونٹ انعام مقرر کر دیا۔ آپ دونوں تین دنوں تک غار میں رہے۔ بعد ۲زاں آپ دونوں وہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور ایک مشرک (عبداللہ بن اویقط) تھا جس کی خدمات حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے اجرت پر حاصل کی ہوئی تھیں وہ انہیں ساحل سمندر کے کنارے لیکر چلا۔

سراقہ بن مالک بن جعشم کو لالچ اور حرص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تعاقب کرنے پر آمادہ کیا تاکہ آپ کو واپس لا کر قریش مکہ سے ایک سو اونٹ حاصل کر سکے تو اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا، لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ نیچے گر پڑا۔ اس نے دوبارہ اٹھ کر آپ کا تعاقب شروع کر دیا۔ دوسری مرتبہ پھر

۱۔ التوبہ (۹ / ۴۱)

گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ اس سے نیچے گر گیا، لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب شروع کر دیا۔ جب اس نے ان حضرات کو اور انھوں نے سراقہ کو دیکھ لیا تو سراقہ کے گھوڑے نے تیسری بار ٹھوکر کھائی اور وہ نیچے گر پڑا، اس کے دونوں ہاتھ زمین میں دھنس گئے اور اسے ان دونوں کے پیچھے ایک بگولا سا نظر آیا۔

سراقہ نے جب یہ ساری باتیں دیکھیں تو اسے یقین ہو گیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ آپ اللہ تعالٰی کی حمایت میں ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس نے آپ کو آواز دی اور کہا: میں سراقہ بن مالک ہوں میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ذرا ٹھہر کر میری بات سنئے بخدا میں آپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہ کروں گا۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اس سے پوچھیں یہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ سراقہ نے کہا یہ کہ آپ میرے لئے ایسی تحریر لکھ دیں جو میرے اور آپ کے درمیان ایک نشان ہو۔ اس پر آپؐ کے حکم پر عامر بن فہیرہ نے ایک ہڈی یا چمڑے پر اس کے لئے ایک تحریر لکھ دی۔

کسریٰ کے کنگن سراقہ کے ہاتھوں میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سراقہ سے کہا: تیرا اس وقت کیا حال ہو گا جب تجھے کسرای کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

چنانچہ عہد فاروقی میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسرای کے کنگن اور اس کا تاج لایا گیا تو انھوں نے سراقہ کو بلایا اور انھیں یہ کنگن پہنائے۔

سراقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں زاد اور دوسرا سامان پیش کیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے قبول نہ کیا اور صرف یہ کہا "ہمارا معاملہ مخفی رکھنا"۔

بابرکت قدم

اس سفر میں آپ کا گزر "ام معبد الخزاعیہ" کے پاس سے ہوا۔ اسکے پاس ایک بکری تھی جو ریوڑ سے کمزوری کی بنا پر پیچھے رہ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، بسم اللہ پڑھی اور دعا کی تو ان سے دودھ کی دھار بہہ نکلی۔ آپ نے خود بھی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا تا آنکہ سب لوگ سیراب ہو گئے پھر انہوں نے دوسری مرتبہ پیا بعد ازاں دوسری بار دودھ دھویا تا آنکہ برتن بھر گیا۔ جب ابو معبد واپس آیا تو اس نے ماجرا پوچھا تو ام معبد نے کہا بخدا ہمارے پاس سے ایک شخص گزرا تھا جس کی یہ باتیں تھیں اور اس کی تمام صفات عمدہ تھیں، اس نے کہا بخدا یہ شخص میرے خیال میں وہی قریشی ہے جسے وہ لوگ تلاش کر رہے ہیں۔

رہنما آپ کو اسی طرح لیکر چلتا رہا، تا آنکہ اس نے آپ کو قبا میں پہنچا دیا جو مدینہ منورہ کی ایک مضافاتی بستی تھی۔ یہ بارہ ربیع الاول بروز پیر کا واقعہ ہے۔ یہی اسلامی تاریخ کے نقطہ آغاز ہے۔

مدینہ منورہ میں ورود مسعود اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا شاندار استقبال

انصار مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے مکہ مکرمہ سے نکلنے کی اطلاع مل چکی تھی اور وہ اس سے زیادہ شدت سے آپ کا انتظار کر رہے تھے، جس طرح روزے دار عید کے چاند کا انتظار کرتے ہیں۔ وہ ہر روز صبح کی نماز پڑھ کر گھر سے نکلتے تھے اور مدینہ منورہ کے باہر جا کر انتظار کرتے تھے اور اس وقت تک انتظار کرتے جب تک شام کے سائے ڈھل نہ جاتے۔ یہ موسم سخت گرمی اور تپش کا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اس وقت تشریف لے جب

لوگ گھروں میں داخل ہو گئے تھے۔ یہودی انصار کا روز یہ معمول دیکھ رہے تھے۔ اتفاق سے سب سے پہلے جس شخص نے آپ کو دیکھا وہ ایک یہودی تھا۔ اس نے اونچی آواز سے پکارا اور انصار مدینہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے مطلع کیا۔ انصار بڑی تیزی سے گھروں سے نکلے۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کھجور کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، چونکہ آپ دونوں ہم عمر تھے اور انصار مدینہ میں سے۔ زیادہ تر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا تھا اور یکدم لوگوں کی بھیڑ ہوگئی۔ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی فرق محسوس نہ کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سمجھ لی تو وہ اپنی چادر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے اس سے لوگوں کو اصل حقیقت کا پتہ چل گیا۔

مسلمانوں نے آپ کی آمد کی خوشی میں تکبیر کہی۔ مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ آنے سے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ انہیں زندگی بھر کسی اور شے سے اتنی خوشی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ عورتیں، بچے اور باندیاں گھروں سے نکل آئیں وہ یہ کہہ رہی تھیں: یہ رسول اللہ آ گئے ہیں یہ رسول اللہ آ گئے ہیں اور انصار کی عورتیں خوشی اور سرور میں یہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

اشرق البدر علینا   **من ثنیات الوداع**
وجب الشکر علینا   **ما دعا للہ داع**
ایھا المبعوث فینا   **جئت بالامر المطاع**

(ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند نکل آیا ہم پر اس وقت تک اللہ کا شکر واجب ہے جب تک کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے بلانے والا ہے اے وہ نبی جو ہماری طرف مبعوث ہوئے ہیں آپ وہ پیغام لیکر آئے ہیں جو

قابل اطاعت ہے)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جو اس زمانے میں چھوٹی عمر کے تھے "میں نے اس روز رسول اللہ کو دیکھا، جس روز آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے میں نے اس سے عمدہ اور اس سے زیادہ روشن دن نہیں دیکھا جس دن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

مسجد قباء اور مدینہ منورہ میں پہلے جمعہ کا قیام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قبا میں چودہ دن قیام پذیر ہوئے اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور مسلمان آپ کی تقلید کر رہے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرما رہے تھے:

"اے اللہ بیشک اصل اجر آخرت کا اجر ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما" مسلمان بہت زیادہ خوش اور انتہائی مسرور تھے، اشعار پڑھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کہہ رہے تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں سترہ دن قیام پذیر رہے تا آنکہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مسجد اور آپ کے لئے رہنے کے مکانات نہ بن گئے تو آپ ان مکانات میں منتقل ہو گئے۔

مکہ کے تمام مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں چلے آئے اور مکہ میں ماسوا دیوانے، یا قیدی مسلمانوں کے کوئی شخص نہ رہا اور مدینہ منورہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کے تمام لوگ مسلمان نہ ہو گئے ہوں۔

مہاجرین اور انصار کے مابین مؤاخات کا قیام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے مابین ایک دوسرے کی مدد اور غمخواری کے لئے مواخات قائم کر دی۔ انصاری صحابہ

اپنے مہاجر بھائیوں کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات قرعہ اندازی کی نوبت پہنچ جاتی تھی اور یہ لوگ اپنے گھروں اور اپنے سامان، اپنے مال، اپنی زمینوں اور مویشیوں کو اپنے اور ان کے درمیان بانٹ دیتے تھے اور انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔

انصاری اپنے مہاجر بھائی سے کہتا تھا۔

"میرا نصف مال حاضر ہے جو پسند ہو لے لو۔ مہاجر کہتا تھا: اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و عیال اور مال میں برکت دے، تم مجھے بازار کا راستہ دکھا دو چنانچہ "انصار" کی طرف سے ایثار اور مہاجرین کی طرف سے پاک دامنی اور عزت نفس کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا۔

مہاجرین و انصار اور یہودیان مدینہ کے مابین معاہدہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے مابین ایک معاہدہ کیا بعد میں اس میں یہودی بھی شریک ہو گئے۔ آپ نے ان سے عہد لیا اور انہیں ان کے دین اور ان کی جائیدادوں پر بحال رکھا اور ان پر کچھ شرائط عائد کیں اور کچھ شرائط قبول کیں۔

اذان کا آغاز:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ میں مطمئن ہو گئے اور دین اسلام کا معاملہ مستحکم ہو گیا اور لوگ نماز کے لئے بغیر کسی قسم کے بلاوے کے جمع ہو جاتے تھے اور لوگوں کو بلانے کے لئے کسی خاص طریقے کی ضرورت محسوس ہوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بلانے کے وہ طریقے جو یہود و نصاریٰ کے ہاں رائج تھے ناپسند تھے، یعنی جوق، ناقوس اور آگ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اذان کی تعلیم دے کر اعزاز بخشا۔ اذان کا یہ طریقہ بعض صحابہؓ کو خواب میں دکھایا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کو بحال رہنے دیا اور حضرت بلال بن رباح الحبشی کو اذان کے لئے

منتخب فرمایا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مؤذن اور قیامت تک کے مؤذنوں کے امام اور قائد ہیں۔

مدینہ منورہ میں منافقین کا ظہور

مدینہ منورہ میں اسلام پھیلنے لگا اور یہودیوں کے بعض احبار اور علماء، جیسے مثلاً” حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ مسلمان ہو گئے اور یہودیوں میں ان لوگوں میں جو مدینہ میں اپنی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے اور جن کا خیال تھا کہ مدینہ منورہ میں کوئی بادشاہ ہو گا اور جو چاہے گا حکم دے گا اور جس سے چاہے گا لوگوں کو منع کرے گا اور کوئی شخص اس کی حکومت میں اس کا مد مقابل نہ ہو گا۔ جیسے عبداللہ بن ابی ابن ابی سلول تھا کہ اس کی حکمرانی کے تمام انتظامات مکمل تھے۔ اس دوران میں اسلام آگیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے تو اسے اسلام سے حسد پیدا ہو گیا۔ اسی طرح ہر وہ شخص جس کے دل میں کوئی مرض یا حکومت و ریاست کی طمع تھی وہ اسلام کا دشمن ہو گیا ان میں کچھ لوگ تو اسلام کے کھلم کھلا دشمن تھے اور کچھ مخفی طور پر نفاق کا مظاہرہ کرتے تھے۔

تحویل قبلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور مسلمان مدینہ منورہ اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے اسی حالت میں سولہ ماہ گزر گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ آپ کا منہ "کعبہ" کی طرف پھیر دیا جائے اس لئے کہ تمام عربی مسلمانوں کو کعبہ معلی سے محبت اور اس کی عظمت ماں کے دودھ کی طرح پلائی گئی تھی اور یہ محبت و عظمت ان کے خون اور ان کے گوشت میں رچ بس چکی تھی۔ یہ لوگ کسی اور جگہ کو بیت اللہ شریف کے مماثل نہ سمجھتے تھے۔ اسی طرح ان کی نظروں میں حضرت ابراہیم اور اسماعیل کے تعمیر کردہ کعبے کا کوئی ثانی نہ تھا اور یہ سب

لوگ دل سے چاہتے تھے کہ ان کا منہ کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے جبکہ "بیت المقدس" کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے مسلمانوں کے لئے آزمائش تھی لیکن انہوں نے کہا "ہم نے سن لیا اور مان لیا" انہوں نے کہا "ہم اس پر ایمان لائے۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے"۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی اطاعت اور احکام الٰہی کی تعمیل و تکمیل کے سوا کچھ نہ سوچتے تھے خواہ وہ احکام ان کے پسند کے مطابق ہوں یا نہ ہوں اور خواہ یہ احکام ان کی عادت کے مطابق ہوں یا نہ ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو تقویٰ کے لئے آزما لیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے انہوں نے اظہار عجز کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور مسلمانوں کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا' قرآن مجید ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ○ (۱)

اور ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دیا جو ہر سو اعتدال پر ہے تاکہ تم مخالف لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم گواہ ہوں اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس لئے تھا تاکہ ہم جان لیں کہ کون تو رسول کی اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹتا ہے اور یہ قبلے کا بدلنا

۱۔ البقرہ (۲ / ۱۴۳)

منحرف لوگوں پر بڑا ثقیل ہے، مگر
جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت
فرمائی ہے

چنانچہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں اپنے چہرے کعبہ کی طرف پھیر لئے یہ حکم قیامت تک کے لئے اور مسلمان جہاں کہیں بھی تھے۔ انہوں نے اپنے چہرے اس کی جانب پھیر لئے۔

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کی عداوت کا اظہار

جب مدینہ منورہ میں اسلام اچھی طرح مستحکم ہو گیا اور قریش مکہ کو علم ہو گیا کہ اسلام اب پھلنے پھولنے لگا ہے اور یہ کہ ہر آنے والا دن اس کی شان و قوت میں اضافہ کر رہا ہے تو اس سے مسلمانوں کے خلاف ان کی دشمنی اور عداوت کھل کر سامنے آگئی لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو صبر، در گزر اور معافی کی تاکید کی جاتی رہی اور حکم آیا

كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (۱) اپنے ہاتھوں کو روکو اور نماز قائم کرو

اذن قتال

جب ان کی طرف سے ایذا رسانی بڑھی اور مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں لڑنے کی اجازت دے دی مگر اس کو فرض نہیں کیا اور فرمایا:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا
وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ (۲)

اب لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی جن سے کافروں کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے اور

۱۔ النساء (۴ / ۷۷)

۲۔ الحج (۲۲ / ۳۹)

اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم ہوا
ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر
ہے

سرایا (۱) اور غزوہ ابواء

یہ اجازت ملنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف قبیلوں اور نواحی علاقوں کی طرف "سریئے" (فوجی دستے) بھیجنا شروع کر دیئے جن میں بعض اوقات چھوٹے چھوٹے تصادم بھی ہو جاتے اور یہ فوجی دستے مشرکوں کے دلوں میں رعب ڈالنے کا ذریعہ تھے اور اس سے مسلمانوں کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس غزوہ ابواء میں حصہ لیا۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود شرکت کی اس کے بعد کئی غزوات اور سرایا پیش آئے۔

رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت

ہجرت کے دوسرے سال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر روزے فرض کر دیئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ	کیے گئے جس طرح تم سے پہلی
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۲)	امتوں پر فرض کیے گئے تھے اس

۱۔ سرایا سریہ کی جمع ہے۔ سریہ اس لڑائی یا جنگ کو کہتے ہیں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے شرکت نہ کی ہو۔ اور غزوہ اس جنگ کا نام ہے جس میں آنحضورؐ نے شرکت کی ہو۔

۲۔ البقر (۲ / ۱۸۳)

توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ گے

مزید فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ (۱)

ماہ رمضان جس میں قرآن مجید اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ذریعہ ہدایت، واضح دلائل اور حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے جو کوئی تم میں سے اس ماہ میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے

۱۔ البقرہ (۲/ ۱۸۵)

غزوہ بدر ۲ھ:

رمضان المبارک 2ھ میں غزوہ بدر پیش آیا جو "غزوہ بدر الکبریٰ" کہلاتا ہے اس جنگ کو اللہ تعالیٰ نے یوم الفرقان کے نام سے موسوم کیا ہے:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا
عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ
الْتَقَى الْجَمْعَانِ (۱)

اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندے محمدؐ پر فیصلہ کے دن نازل کیا جس دن دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں۔

اس جنگ کے بپا ہونے کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو سفیان بن حرب کی شام سے واپسی کا علم ہوا' جو قریش مکہ کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ لیکر واپس آ رہا تھا۔ اس میں قریش مکہ کا مال اور ان کا بہت سا سامان تجارت تھا۔ اس وقت مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جنگ شروع ہو چکی تھی اور مشرک مسلمانوں کے خلاف اپنے مال اور اپنی املاک خرچ کرنے کے درپے رہتے تھے اور ان کے فوجی دستے مدینہ منورہ کی حدود اور اس کی چراگاہوں تک لوٹ مار کرتے تھے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قافلہ تجارت کی' جو ابو سفیان کی قیادت میں تھا' واپسی کا علم ہوا جو مسلمانوں کا سخت ترین مخالف اور دشمن اسلام تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اس کی طرف نکلنے کے بارے میں مشورہ کیا۔ مسلمانوں نے اس کے لئے کوئی زیادہ

۱۔ التوبہ (۹ / ۴۱)

تیاری بھی نہ کی اس لئے کہ یہ معاملہ ایک تجارتی قافلے کا تھا۔ نہ کے کسی فوجی دستے کا۔

ابو سفیان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ سے نکلنے اور اس کی طرف آنے کا علم ہوا تو اس نے قریش مکہ سے مدد طلب کی تاکہ وہ مسلمانوں کو اس پر حملہ آور ہونے سے روکیں۔ جب مکہ مکرمہ میں اس کی طرف سے مدد کی دہائی پہنچی تو چونکہ انہوں نے خوب اچھی طرح جنگ کی تیاری کی ہوئی تھی لہٰذا وہ فوری طور پر مسلمانوں سے مقابلے کے لئے چل پڑے اور ابولہب کے سوا کوئی شخص اشراف مکہ میں سے پیچھے نہ رہا اس نے بھی اپنے بدلے ایک آدمی بھیج دیا تھا۔

انصار مدینہ کا جواب اور اطاعت نبوی میں ان کی فنائیت

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش مکہ کے نکلنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد انصار مدینہ سے مشورہ لینا تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے اس بات پر آپ کی بیعت کی تھی کہ یہ لوگ آپ کی اپنے گھروں میں رہتے ہوئے حفاظت کریں گے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ نے چاہا کہ آپ اپنے ساتھیوں کو آگاہ کر دیں۔ اس پر مہاجرین نے گفتگو کی اور بہت عمدہ گفتگو کی آپ نے دوبارہ مشورہ طلب کیا۔ دوبارہ بھی مہاجرین بولے اور بہت عمدہ بولے۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ پھر مشورہ طلب کیا تو انصار سمجھ گئے کہ آنحضورؐ ان سے مشورہ چاہتے ہیں اس پر حضرت سعدؓ بن معاذ نے پہل کی اور کہا: یارسول اللہ آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے، شاید اس لئے کہ آپ کو خدشہ ہے کہ انصار مدینہ آپ کی اپنے شہر میں ہی مدد کے پابند ہیں۔ میں انصار کی طرف سے بول رہا ہوں اور ان کی نمائندگی کر رہا ہوں آپ جہاں چاہیں چلے جائیں جس سے صلح کرنا چاہیں صلح کر لیں جس سے رشتہ توڑنا چاہیں رشتہ توڑ لیں۔ ہمارے مال جتنے چاہیں لیں۔ جو چاہیں ہمیں دیں۔ ہمارے لئے جو مال آپ نے لیا، آپ کے چھوڑے ہوئے مال سے زیادہ محبوب ہے جو آپ ہمیں حکم دیں گے آپ کے

اس حکم کی تعمیل ہو گی۔ بخدا اگر آپ برک الغماد تک (جو یمن کا ایک کنارہ ہے) جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ بخدا اگر ہمارے راستے میں سمندر بھی آگیا تو ہم آپ کے ہمراہ اس میں داخل ہو جائیں گے۔

حضرت مقدادؓ نے کہا: ہم ویسے نہیں کہتے جیسے کہ حضرت موسیٰ کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "تو اور تیرا خدا دونوں چلے جاؤ اور دونوں لڑو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں" لیکن ہم تو آپ کے دائیں اور بائیں اور آپ کے سامنے اور آپ کے پیچھے لڑیں گے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار مدینہ کا یہ جواب سنا تو آپ کے چہرہ جگمگا اٹھا اور آپ اپنے صحابہؓ کی بات چیت کی بنا پر خوش ہو گئے اور فرمایا چلو اور خوشخبری پاؤ۔

چھوٹے لڑکوں کا جہاد شہادت میں باہمی مقابلہ

جب مسلمان بدر کے لئے گھروں سے نکلے تو ایک لڑکا جس کا نام عمیر بن ابی وقاص تھا، جس کی عمر کا سولواں سال تھا، گھر سے باہر نکلا۔ اسے خدشہ تھا کہ کم عمر ہونے کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو قبول نہ کریں گے۔ اس لئے وہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ کوئی شخص اسے دیکھ نہ سکے اس سے اس کے بڑے بھائی سعد بن ابی وقاص نے اس سے چھپنے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا مجھے خدشہ ہے کہ مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے واپس کر دیں اور میں جہاد کے لئے نکلنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ درجہ شہادت پر فائز کر دیں۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چل گیا اور آپ نے چاہا کہ آپ اس کو واپس کر دیں اس لئے کہ ابھی اس کی عمر کم تھی۔ اس پر عمیر رو پڑے۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل نرم ہو گیا اور آپ نے اس کو اجازت دے دی۔ وہ اس جنگ میں شہید ہو گئے۔

مسلمانوں اور کفار کی تعداد اور جنگی سامان میں تفاوت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فوری طور پر تین سو تیرہ صحابہ کے ہمراہ نکلے اس حال میں کہ آپ کے پاس کل دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر دو دو اور تین تین افراد یکے بعد دیگرے سوار ہوتے تھے۔ اس میں عام سپاہی اور سپہ سالار' خادم اور مخدوم میں کوئی فرق نہ تھا۔ ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور بڑے بڑے صحابہ شامل تھے۔

آنحضورؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو جھنڈا مرحمت فرمایا' مہاجرین کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس اور انصار کا حضرت سعدؓ بن معاذ کے پاس تھا۔

جب ابو سفیان کو مسلمانوں کے نکلنے کا پتہ چلا تو وہ چھپ گیا اور بالکل ساحل سمندر کے قریب چلا گیا جب اسے اپنے اور قافلہ کے بعد بسلامت نکل آنے کا یقین ہو گیا تو اس نے قریش مکہ کو لوٹ آنے کے لئے لکھا۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے تجارتی قافلے کو بچانے کے لئے نکلے تھے۔ انہوں نے لوٹنے کا ارادہ کر بھی لیا تھا لیکن ابوجہل نے لڑنے پر اصرار کیا۔ اس لئے لڑنے کا فیصلہ برقرار رہا' اس وقت قریش کے لشکر کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز تھی۔ ان میں قریش کے بڑے بڑے روساء' اس کے سردار ان کے شہسوار اور پہلوان بھی تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: مکہ نے اپنے جگر گوشے تمہارے سامنے نکال پھینکے ہیں۔

نصف شب کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ نے پانی پر جا کر قبضہ کر لیا اور اس کا حوض بنا لیا لیکن آپ نے کافروں کو بھی اس سے پانی لینے کی اجازت دے دی۔

اس رات اللہ تعالیٰ نے سخت بارش نازل فرمائی جو مشرکوں کے لئے بہت بڑی مصیبت تھی۔ جس نے انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا اور وہ مسلمانوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی جس سے زمین نرم اور ریت سخت ہو گئی اور اس نے دلوں کو باہم ملا دیا ارشاد مبارک ہے:

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً
لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ
الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ،
وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (۱)

اور تم پر آسمان سے پانی برسا دیا تھا
تاکہ اس پانی کے ذریعے سے تمہیں
پاک کرے اور تم سے شیطانی
وسوسہ کو دور کرے اور تمہارے
دلوں کو مضبوط کرے اور تمہارے
پاؤں جمادے

جنگ کی تیاری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک چھپر بنایا گیا جو جنگی میدان کے اوپر واقع ایک ٹیلے پر تھا۔ آپ میدان میں چلے پھرے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتاتے جاتے تھے کہ یہاں فلاں شخص قتل ہوگا یہاں فلاں قتل ہوگا انشاء اللہ، جہاں آپ نے اشارہ کیا قتل ہونے میں کوئی شخص اس سے ادھر ادھر نہیں ہوا۔

جب مشرک سامنے آئے اور دونوں فوجوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا "اے اللہ یہ قریش ہیں اپنے غرور و فخر کے ساتھ آئے ہیں یہ لوگ تجھ سے لڑنے اور تیرے رسول کی تکذیب کے لئے آئے ہیں" اس دن سترہ رمضان المبارک اور جمعۃ المبارک کی رات تھی جب صبح ہوئی تو قریش مکہ اپنی فوجوں کے ساتھ آئے اور دونوں لشکروں نے صف بندی کی۔

دعا اور عاجزی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفوں کو درست کیا اور پھر آپ اپنے عریش (چھپر) میں دوبارہ چلے گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اس

۱۔ الانفال (۹ / ۱۱)

میں داخل ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت الحاح و زاری کے ساتھ دعا مانگنا شروع کی اور اللہ سے مدد چاہی جس کے حکم کو کوئی لوٹا نہیں سکتا اور اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور "مدد تو اللہ کی طرف سے ہے" آپ نے فرمایا: "اے اللہ اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو اس کے بعد روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی"۔ آپ اپنے رب تعالیٰ سے فریاد کرتے اور یہ فرماتے تھے: "اے اللہ جو تو نے وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا فرما اور اے اللہ تو ہماری مدد فرما" آپ اس وقت آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ چادر مبارک بار بار کندھے سے گر جاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ حالت دیکھ کر آپ کو تسلی دینا شروع کر دی اور بہت زیادہ آہ زاری کی بنا پر آپ کی حالت پر رحم آنے لگا۔

اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں لڑنے والے دو فریق

پھر آپ لوگوں کے پاس چل کر آئے اور آپ نے لوگوں کو جنگ کی تربیت دی بعد ازاں عتبہ بن ربیعہ اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید اپنے لشکر سے میں باہر نکلے جب دونوں لشکروں کے درمیان میں آگئے تو انہوں نے مبارزت طلب کی۔ ان کے مقابلے کے لئے تین انصاری آگے آئے۔ تو انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم انصار ہیں۔ انہوں نے کہا تم لوگ عزت والے کفو (ہم سر) ہو لیکن ہمارے مقابلے میں ہمارے بھائی بندوں کو نکالو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف اے حمزہ اور اے علی تم جاؤ انہوں نے کہا بجا ہے۔

انہیں دیکھ کر کفار نے کہا کہ تم لوگ ہمارے برابر کے ہو۔

حضرت ابو عبیدہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا جو عمر میں بڑا تھا۔

حضرت حمزہؓ شیبہ کے اور حضرت علیؓ ولید بن عتبہ کے بالمقابل ہوئے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے اپنے مخالفین کو ذرا بھی مہلت نہ دی اور ان کو

قتل کر دیا، البتہ عبیدہ اور عتبہ کا ایک ایک حملہ دوسرے کو لگ چکا تھا۔ اس پر حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ اپنی تلواروں کے ساتھ اس کے مقابلے پر آئے اور اسے قتل کر دیا اور ابو عبیدہؓ کو اٹھا کر لے گئے۔ وہ زخمی تھے اور اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔

دونوں فریقوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی

اس کے بعد لوگ ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور ایک دوسرے کے قریب آ گئے اور جب مشرک قریب آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا:

پھر بڑھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

حضرت عمیر بن الحمام الحمیری کھڑے ہوئے اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا درست ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عجیب و غریب بات ہے آپ نے فرمایا تجھے یہ لفظ کہنے پر کس نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخدا اس امید نے کہ میں بھی اس کے رہنے والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: تم اس کے رہنے والوں میں سے ہو۔ اس نے اپنے تھیلے میں سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا: اگر میں اس وقت تک زندہ رہا جب تک کہ یہ کھجوریں نہ کھاؤں تو یہ تو لمبی زندگی ہو گی! انہوں نے اسی وقت تمام کھجوریں پھینک دیں پھر وہ اس وقت تک لڑتے رہے جب تک شہید نہ ہو گئے۔ یہ صحابی مسلمانوں کے پہلے شہید تھے۔

اسوقت تمام لوگ اپنی اپنی صفوں میں ثابت قدمی کے ساتھ کھڑے ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نہایت شدت کے ساتھ لڑے۔ اس روز آپ دشمن کے قریب تر تھے اور

آپ سب سے شدید ترین لڑائی کا مرکز رہے۔ فرشتے رحمت اور نصرت لیکر نازل ہوئے اور انہوں نے مشرکین سے جنگ کی۔

جڑواں بھائیوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے قتل میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنا

نوجوان شہادت اور سعادت کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے اس دن دوستوں، رفیقوں اور جڑواں بھائیوں میں مقابلہ تھا۔

حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف فرماتے ہیں کہ "میں غزوہ بدر کے دن اپنی صف میں کھڑا تھا۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو میرے دائیں اور بائیں دو کم عمر لڑکے کھڑے تھے، مجھے ابھی ان کے وہاں آنے پر تعجب ہو رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے مخفی کر کے پوچھا کہ اے چچا جان! مجھے بتاؤ ابو جہل کہاں ہے۔ میں نے کہا اے بیٹے تم اس کا کیا کرو گے؟ اس نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھا تو اسے قتل کر دوں گا۔ یا خود قتل ہو جاؤں گا۔ دوسرے نے مجھ سے دوسرے سے چھپا کر وہی بات کہی جو پہلے نے کہی تھی۔ میں نے ان دونوں کی باتیں ایک دوسرے پر ظاہر نہیں کیں۔ میں نے ان دونوں کو اشارے سے اسکا مقام دکھایا۔ تو وہ دونوں اس پر باز کی طرح جھپٹے تا آنکہ اسے ہلاک کر دیا۔ جب وہ قتل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ابو جہل ہے۔ "اس امت کا فرعون"۔"

فتح مبین

جب اس جنگ میں مسلمانوں کی کامیابی اور مشرکین کی شکست نمایاں ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"اللہ سب سے بڑا ہے تمام تعریف و شکر اللہ کے لئے ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندے کی مدد اور تمام لشکروں کو اکیلے اس نے شکست

دی" اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۱)

اور تحقیق حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سرو سامان تھے سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم شکر گزار رہو

بعد ازاں آپ نے حکم دیا کہ تمام مقتولوں کو کنوئیں میں پھینک دیا جائے پھر آپ وہاں کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"کیا تم نے خدا کے وعدے کو سچا پایا ہے!
میں نے تو خدا کے ہر وعدے کو سچ پایا ہے"

اس دن کفار کے ستر سردار مارے گئے اور اتنے ہی قیدی بنا لئے گئے مسلمانوں میں سے چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار مدینہ میں سے شہید ہوئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قیدی صحابہ کرام میں تقسیم کر دیئے اور فرمایا میں ان کے متعلق بھلائی کی تاکید کرتا ہوں۔

معرکہ بدر کے اثرات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کامیاب و کامران ہو کر لوٹے تو اس سے مدینہ منورہ اور مضافات کے تمام دشمن خوف زدہ ہو گئے، اہل مدینہ میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے، مکہ مکرمہ کے ہر گھر میں رونا پیٹنا پڑ گیا اور دشمنان اسلام کے دلوں میں اسلام کا رعب بیٹھ گیا۔

مشرک قیدیوں کا مسلمان بچوں کو تعلیم دیکر آزادی حاصل کرنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قیدیوں کو معاف کر دیا

آل عمران (۳ /)

اور ان سے فدیہ لینا قبول کر لیا۔ جن کے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہ تھا انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے احسان کر کے رہا کر دیا اور کچھ قیدیوں کا فدیہ قریش مکہ نے ارسال کر دیا تو انہیں رہا کر دیا گیا۔ بعض قیدی ایسے تھے جن کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے انہیں کہا کہ وہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت بھی انہی صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اس طریقے سے کتابت سیکھی تھی۔

بنو قینقاع پہلا یہودی قبیلہ تھا جس نے اس معاہدے کو توڑا جو ان کے اور رسول اللہ کے مابین تھا اور انہوں نے مسلمانوں کو ستایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے پندرہ دنوں تک ان کا محاصرہ کیے رکھا تو وہ آپ کے فیصلے پر اپنے قلعوں سے نکل آئے۔ ان کی ان کے حلیف عبداللہ بن ابی رئیس منافقین نے بھی سفارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ان سب کو رہا کر دیا۔ یہ کل سات سو جنگجو تھے۔ ان میں رنگریز اور تجارت پیشہ بھی تھے۔

غزوہ احد

جاہلی عصبیت اور بدلہ لینے کا مظاہرہ

جب بڑے بڑے قریشی سردار غزوہ بدر میں مارے گئے اور ان کے بچے کھچے لوگ مکہ پہنچے تو ان کی مصیبت کا ٹھکانہ نہ تھا۔ چنانچہ مقتولین کے والد، ان کے بیٹے اور ان کے بھائی ابو سفیان اور ان لوگوں کے پاس آئے جن کا اس قافلے میں تجارتی سامان تھا اور ان سے اس بارے میں بات چیت کی اور اس تجارتی ساز و سامان کو مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں استعمال کئے جانے کی درخواست کی تو وہ اس بات پر رضا مند ہو گئے اور تمام قریش مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر اتفاق کرلیا، شاعروں نے اپنے اشعار سے لوگوں کو برانگیختہ کیا اور ان میں غیرت اور حمیت پیدا کی۔

ان تمام تیاریوں کے ساتھ ابو سفیان نصف شوال 3 ھ میں اپنے قبیلے والوں اور ان کے حامی قبائل کے ساتھ نکلا۔ قریشی سردار اپنی عورتوں کے ساتھ آئے یہاں تک کہ انہوں نے مدینہ منورہ کے بالمقابل پڑاؤ ڈال دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ مسلمان مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہیں اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اگر وہ ان پر حملہ کریں تو ان کے ساتھ وہ وہاں لڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باہر نکلنا پسند نہ فرماتے تھے۔ اتفاق سے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی بھی یہی رائے تھی، لیکن مسلمانوں میں سے جو لوگ غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے انہوں نے کہا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے ساتھ آپ ہمارے دشمنوں کی طرف باہر نکلیں تاکہ وہ ہمیں کمزور اور بزدل تصور نہ کریں۔ وہ اسی طرح گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ مبارک میں تبدیلی لباس کے لئے چلے گئے اور آپ نے

اپنا جنگی لباس پہن لیا۔ اب ان لوگوں کو جنہوں نے باہر نکلنے پر اصرار کیا تھا اپنی بات پر ندامت ہوئی اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ ہم نے آپ کو مجبور کیا اور ہمیں اس کا حق نہ تھا لہذا اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم باہر نہ نکلیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی نبی ہتھیار پہن لے تو جب تک وہ جنگ نہ کر لے اس وقت تک اس لباس کو اتارنا مناسب نہیں ہوتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مدینہ منورہ سے ایک ہزار افراد کے ساتھ باہر نکلے جب یہ فوج مدینہ منورہ اور جبل احد کے درمیان میں پہنچی تو عبداللہ بن ابیّ اپنے تین سو ساتھیوں سمیت مسلمانوں سے الگ ہو گیا اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے دوسرے لوگوں کی بات مانی مگر میری نہیں مانی۔

میدان احد میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم بڑھتے چلے گئے تاآنکہ آپ نے جبل احد کے دامن میں جو مدینہ منورہ سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، صف آرائی کا حکم دیا آپ نے اپنی اور لشکر اسلام کی پشت پر پہاڑ کو رکھا اور فرمایا: تم اس وقت تک نہ لڑنا جب تک میں تم کو لڑنے کے لئے نہ کہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اس وقت آپ کے ہمراہ سات سو افراد تھے۔ آپ نے تیر اندازوں پر عبداللہؓ بن جبیر کو مقرر کیا، جن کی کل تعداد پچاس تھی اور انہیں حکم دیا کہ تم لوگ اپنے مورچے پر قائم رہنا اور اس کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اگر تم دیکھو کہ پرندے لشکر کو نوچ رہے ہیں تب بھی تم اس میدان کو نہ چھوڑنا۔

آپ نے زرہ کے اوپر دوسری زرہ پہن لی اور حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اس لشکر کا جھنڈا عنایت فرمایا۔

ہم عمر لوگوں میں مقابلہ

غزوہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں کی ایک جماعت کو کم عمری کی بنا پر واپس کر دیا جن میں سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج بھی تھے۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی ابو رافع نے اپنے بیٹے کے حق میں سفارش کی اور عرض کیا یارسول اللہ میرا بیٹا رافع قصد کر چکا ہے تو آپ نے اس کو اجازت دے دی۔

اس کے بعد سمرہ بن جندب آپ کے سامنے لائے گئے جو رافع کے ہم عمر تھے تو انہیں آپ نے کم عمر ہونے کی بنا پر واپس کر دیا۔ اس پر سمرہ نے کہا: آپ نے رافع کو اجازت دے دی ہے اور مجھے واپس کر دیا ہے' حالانکہ اگر آپ اسکے ساتھ میری کشتی کرائیں تو میں اسے پچھاڑ دوں گا چنانچہ دونوں کے درمیان کشتی ہوئی تو سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا تو انہیں بھی اجازت مل گئی۔ اس طرح وہ بھی مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوئے اور غزوہ احد کے دن کفار سے لڑے۔

معرکہ قتال

بعد ازاں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ گئیں اور ھند بنت عتبہ قریشی عورتوں میں کھڑی ہو گئی انہوں نے مردوں کے پیچھے کھڑے ہو کر انہیں جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے دف بجانا شروع کر دیا۔ بعد ازاں جنگ شروع ہو گئی اور ابو دجانہ ـــ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تلوار لی تھی اور یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس تلوار کا حق ادا کریں گے۔ اتنا لڑے کہ وہ دشمنوں میں دور تک گھستے چلے گئے' وہ جس سے بھی ملتے اس کو قتل کر دیتے۔

حضرت حمزہؓ نے بھی اس دن سخت جنگ کی اور بہت سے پہلوانوں کو مارا۔ ان کے سامنے کوئی شخص کھڑا نہ رہتا تھا۔ وحشی جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا ان کی تاک میں تھا وہ "حربہ" پھینکنے میں اتنی مہارت رکھتا تھا کہ

شاید ہی اس کا نشانہ چوکتا ہو۔ جبیو نے حضرت حمزہؓ کو قتل کرنے کی صورت میں اس سے آزادی کا وعدہ کر رکھا تھا۔ اس لئے کہ غزوہ بدر کے دن انہوں نے اس کے چچا طعیمہ کو قتل کیا تھا۔ ھند بن عتبہ بھی اسے حضرت حمزہ کے قتل کی ترغیب دلا رہی تھی تاکہ وہ اپنے غصے کی تسکین کر سکے، چنانچہ وحشی نے حضرت حمزہؓ پر حربہ پھینکا جو ان کے فوراً" جا لگا اور ان کی ٹانگوں میں سے نکل گیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اتنا لڑے کہ وہ شہید ہو گئے اس وقت مسلمان سخت آزمائش میں ڈالے گئے۔

مسلمانوں کا غلبہ

اس موقع پر اللہ تعالٰی نے مسلمانوں پر اپنی نصرت نازل فرمائی اور اپنے وعدے کو پورا کر دکھایا یہاں تک کہ تمام مشرکین میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے اور کفار کی شکست میں کوئی شک نہ رہا۔ یہ دیکھ کر قریشی عورتیں بھی خیموں سے اٹھ بھاگیں۔

مسلمانوں کی فتح آزمائش سے کیسے بدلی

انہی حالات میں جب مشرک شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اور وہ اپنی عورتوں کے پاس جا پہنچے تھے تو یہ حالات دیکھ کر تیر انداز اپنے مورچے سے اٹھ گئے، اس لئے کہ انہیں فتح کا یقین ہو گیا تھا انہوں نے کہا: غنیمت، غنیمت۔ ان کے امیر اور قائد نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد مبارک یاد دلایا، لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ مشرک اب واپس نہیں پلٹیں گے الغرض انہوں نے مورچے کو خالی کر دیا اور دشمن کے گھڑ سواروں کے لئے مسلمانوں کی پشت کو ننگا چھوڑ دیا۔ قریش مکہ کے تمام علم بردار لوگ مارے گئے تھے یہاں تک کہ علم برداری کے لئے کوئی

شخص بھی آگے نہ آتا تھا۔ اس وقت مشرکوں نے مسلمانوں پر ان کے عقب سے حملہ کر دیا اور ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا! لوگو! محمد مارے گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمان پیچھے پلٹ آئے اور مشرکین نے مسلمانوں پر پلٹ کر حملہ کر دیا۔ اس طرح انہوں نے گھیرا تنگ کر دیا۔ یہ دن مسلمانوں کے لئے آزمائش اور سختی کا دن تھا۔ دشمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اکیلے میں جا لیا اور آپ کو پتھر مارے جس سے کہ آپ کا چہرہ پھٹ گیا۔ اور آپ کے دانت ٹوٹ گئے اور چہرہ زخمی ہو گیا اور خون آپ کے تمام چہرے پر پھیل گیا۔ آپ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے:

"وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگ دیا ہے۔

مسلمانوں کو آپ کی جگہ کا علم نہ تھا ان حالات میں حضرت علیؓ بن ابی طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے آپ کو اٹھایا یہاں تک کہ آپ سیدھے کھڑے ہو گئے اور مالک بن سنان نے آپ کے چہرہ مبارک سے خون صاف کیا اور اسے نگل لیا۔

یہ مسلمانوں کی شکست نہ تھی بلکہ یہ تو مسلمانوں کی ایک وقتی حالت تھی چنانچہ مسلمانوں نے از سر نو دوبارہ حملہ کیا۔

اس دن مسلمانوں کی یہ حالت ان کی کمزوری اور محنت کی کمی کی بنا پر نہیں ہوئی اور نہ ہی یہ سب کچھ مسلمانوں کے دلوں میں کسی خسارے کا نتیجہ تھا اور نہ جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کی طاقت کا ذریعہ تھے اور جو اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کی نصرت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے ان کی شہادت کی بنا پر

ایسا ہوا تھا بلکہ یہ تو محض تیر اندازوں کی غلطی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہدایات اور آپ کے احکام نہ ماننے اور اس مورچے کو چھوڑنے کا نتیجہ تھا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں متعین

کیا تھا۔ قرآن مجید کی اس آیت کا یہی مفہوم ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

اور یقیناً" اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا تھا جس وقت کہ تم ان کفار کو بہ حکم خداوندی قتل کر رہے تھے یہاں تک تم خود ہی کمزور ہو گئے اور حکم میں باہم اختلاف کرنے لگے اور تم کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ اس نے تم کو تمہاری دل خواہ بات دکھا دی تھی، تم میں سے بعض تو وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں سے وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لئے اپنی نصرت کو بند کر دیا اور پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا تاکہ تمہاری آزمائش فرمائے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

محبت اور جانثاری کے مناظر

حضرت ابو عبیدہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس سے خود کی دو میں سے ایک کڑی کو نکالا۔ تو آپ کا ایک دانت گر گیا اور جب دوسری کڑی کو نکالا تو دوسرا دانت ٹوٹ گیا۔ اس طرح آپ کے سامنے کے دونوں دانت ٹوٹ گئے۔ ابو دجانہ نے خود کو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی ڈھال بنا لیا --- کہ ہر آنے والا تیر ان کی کمر پر لگتا تھا کیونکہ وہ آپ پر جھکے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی کمر میں کئی تیر پیوست ہو گئے۔ اور سعدؓ بن ابی وقاص نے آپ کے سامنے کھڑے ہو کر تیر اندازی کی۔ آپ انہیں تیر دیتے اور فرماتے جاتے: میرے ماں باپ تجھ پر قربان تیر چلا۔

حضرت قتادہؓ بن نعمان کی دونوں آنکھیں بالکل باہر نکل آئیں اور چہرے پر گر گئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے انہیں دوبارہ ان کی جگہ میں رکھ دیا جس سے ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور پہلے سے تیز بھی۔

قریش مکہ نے آپ کو قتل کرنے کے لئے حملے کا ارادہ کیا جو اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا' تو دس کے قریب صحابہ آپ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ان میں سے ایک ایک صحابی شہید ہو گیا اور حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اپنے ہاتھ میں ڈھال لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ قریبی چٹان پر چلے جائیں لیکن زخم اور ضعف کی بنا پر آپ ایسا نہ کر سکے۔ اس پر حضرت طلحہؓ نے آپ کو اٹھا کر اس چٹان کے اوپر پہنچا دیا۔ اسوقت نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے بیٹھ کر نماز کی امامت کرائی۔

جب لوگ میدان چھوڑ کر بھاگے تو حضرت انسؓ بن النضر (حضرت انس بن مالک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص' کے چچا) اپنی جگہ ڈٹے رہے اور مزید آگے بڑھ گئے اس وقت سعدؓ بن معاذ ان سے ملے اور پوچھا اے ابو عمر کہاں کا ارادہ ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:

"کیا عمدہ جنت کی خوشبو ہے اے سعد مجھے تو احد سے جنت کی خوشبو

آ رہی ہے"

یہی حضرت انسؓ بن النضر مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے پاس گئے جنہوں نے لڑائی سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی۔ انہوں نے پوچھا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا "اب تم زندہ رہ کر کیا کرو گے تم سب اٹھو اور اسی طرح جوانمردی سے لڑتے ہوئے مرجاؤ جس طرح آپؐ شہید ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے دشمن کی طرف منہ کیا اور اتنا لڑے کہ وہ شہید ہو گئے۔

حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ ہم نے انکے بدن پر ستر زخم دیکھے۔ اور لاش کا یہ حال تھا کہ ان کی بہن نے ان کی انگلیاں دیکھ کر انہیں شناخت کیا۔

حضرت زیاد بن السکن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر پانچ انصاریوں کے ساتھ مل کر لڑے۔ ہر شخص باری باری لڑتا تھا حضرت زیاد پہلے لڑے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: انہیں میرے قریب لاؤ انہوں نے آپ کے قدموں کو بوسہ دیا اور اسی وقت شہید ہو گئے۔ اس وقت ان کے رخسار، رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدموں میں تھے۔

حضرت عمروؓ بن الجموح بہت زیادہ لنگڑاتے تھے۔ ان کے چار جواں سال بیٹے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مل کر دشمنوں سے لڑتے تھے۔ جب آپ احد کی طرف نکلے تو حضرت عمروؓ نے بھی نکلنا چاہا تو ان کے بیٹوں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت اور رخصت عطا کر دی ہے لہذا آپ بیٹھے رہیں، ہم آپ کی طرف سے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد معاف کر دیا ہے۔

حضرت عمروؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے بیٹے مجھے آپ کے ہمراہ

لڑنے سے روکتے ہیں۔ بخدا میری آرزو ہے کہ میں شہید ہو جاؤں اور میں جنت میں اپنی اسی لنگڑی ٹانگ سے چلوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں جہاد سے مستثنیٰ کر دیا ہے اور پھر ان کے بیٹوں سے کہا: تم انہیں چھوڑو! ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں شہادت عطا فرما دے چنانچہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ہمراہ نکلے اور اسی دن شہید ہو گئے۔

حضرت زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ مجھے غزوہ احد کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے سعد بن الربیع کو ڈھونڈنے کے لئے بھیجا اور فرمایا اگر تمہیں مل جائیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فرماتے ہیں کہ تم اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو۔ زید کہتے ہیں کہ میں جب ان کے پاس گیا تو ان کے آخری سانس جاری تھے۔ انکے جسم پر ستر زخم تھے، ان میں کچھ تیر کے، کچھ نیزے اور تلوار کے تھے۔ میں نے ان کے پاس جا کر کہا: اے سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہلایا ہے کہ آپ بتائیں کیا محسوس کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ:

"میرا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو سلام کہنا اور کہنا کہ یا رسول اللہ مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اور میری قوم انصار سے کہنا: اگر تمہارے ہوتے ہوئے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تک پہنچ گیا تو قیامت کے دن تمہارا کوئی عذر مسموع نہ ہو گا"

یہ کہتے ہی ان کی جان نکل گئی۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے اس دن کہا: اے اللہ میں تجھے اس بات کی قسم دیتا ہوں کہ میں دشمنوں کے قبضہ میں آ جاؤں—— وہ مجھے قتل کر دیں پھر میرا پیٹ چاک کریں اور میرا ناک اور میرے کان کاٹیں اور پھر تو مجھ سے پوچھے کہ یہ سب کچھ کس لئے ہوا تو میں کہوں اے اللہ تیرے لئے۔

مسلمانوں کا اپنے مرکز کی طرف واپس لوٹنا

جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا تو وہ آپ کے پاس آ گئے۔ آپ ان سب کو اپنے ہمراہ لیکر ایک گھاٹی میں چلے گئے ابی بن خلف آپ کے قریب جا پہنچا اور کہنے لگا "اے محمد اگر تو آج بچ گیا تو میں نہ بچوں گا" آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو جب وہ قریب آگیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنگی ہتھیار لیکر اس کی گردن میں مار دیا جس سے وہ گھوڑے سے کئی بار گرا۔

حضرت علیؓ اپنی مشک میں پانی بھر لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے خون صاف کیا۔ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ زخم کو دھو رہی تھی اور حضرت علیؓ ایک برتن سے پانی ڈال رہے تھے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پانی سے خون نکل رہا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کو زخم پر چپکا دیا جس سے فوری طور پر خون بند ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت ام سلیمؓ دونوں اپنی کمر پر پانی مشکیزے اٹھا کر لاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں اور پھر پلٹ کر مشکیزے بھر لاتیں اور مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں۔ حضرت ام سلیط ان کے مشکیزے بھر رہی تھیں۔

ہند بنت عتبہ اور دوسری عورتیں جو ان کے ہمراہ تھیں انہوں نے مسلمان مقتولوں کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کیا۔ وہ ان کے کان اور ناک کاٹ رہی تھیں۔ اس نے حضرت حمزہ کا جگر نکالا۔ اسے چبایا مگر وہ اندر نہ نگل سکی لہٰذا اس نے اس کو باہر پھینک دیا۔

جب ابو سفیان نے واپس جانا چاہا تو وہ پہاڑی پر چڑھ گیا اور پھر اونچی آواز میں پکارا پچھلی لڑائی کا بدلہ لے لیا ہے' ایک جنگ کے بدلے دوسری جنگ ——— حبل کی جے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے

عمرؓ انہیں جواب دو اور کہو:

"اللہ ہی سب سے بڑا اور سب سے بزرگ ہے ـــــ دونوں جنگوں میں کوئی برابری نہیں ہمارے مقتول جنت میں اور تمہارے دوزخ میں جائیں گے"

ابوسفیان نے کہا ہمارے پاس عزیٰ ہے تمہارے پاس نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس کو جواب دو۔ صحابہ نے کہا ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا کہو:

"اللہ ہمارے آقا ہے اور تمہارا کوئی آقا نہیں"

جب وہ واپس ہو گیا تو مسلمان بھی واپس جانے لگے تو اس نے اونچی آواز میں پکار کر کہا اب ہمارا اور تمہارا مقابلہ اگلے سال مقام بدر میں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ تم کہو! کہ ٹھیک ہے یہ ہمارے اور تمہارے درمیان وعدہ رہا۔ اب لوگ اپنے مقتولوں کو دفن کر رہے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حمزہ کی شہادت کا بڑا غم ہوا جو آپ کے چچا، رضاعی بھائی اور آپ کے سب سے بڑے حمایتی تھے۔

مومن عورت کا صبر

حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اپنے بھائی (حضرت حمزہؓ) کی لاش دیکھنے کے لئے آئیں، جو ان کے والد اور والدہ دونوں کی طرف سے ان کے بھائی تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹے زبیر سے کہا اسے کہو واپس چلی جائے۔ وہ اپنے بھائی کی حالت نہ دیکھ سکے گی۔ انہوں نے جا کر کہا ای جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کہا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ مجھے علم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے اور یہ سب کچھ اللہ کی محبت میں ہوا میں اپنے آپ کو روکوں گی اور ضرور صبر کروں گی انشاء اللہ۔ اسکے بعد وہ آئیں انہوں نے

اپنے بھائی کی لاش دیکھی اور دعا مانگ کر واپس چلی گئیں پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے انہیں دفن کر دیا گیا۔

حضرت مصعب اور دوسرے شہداءؓ کو کس طرح دفن کیا گیا

حضرت مصعبؓ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "علم بردار" اور اسلام سے قبل قریش کے ناز و نعمت میں پلے ہوئے نوجوان تھے، شہید ہو گئے۔ انہیں ایک چادر میں کفنایا گیا جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر سر کو ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کے سر کو ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر (گھاس) ڈال دو۔

اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی کپڑے میں دو شہداء کو اکٹھے دفنا رہے تھے اور پھر پوچھتے ان میں سے قرآن کس کو زیادہ یاد تھا؟ جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسے قبر میں مقدم رکھتے۔ پھر آپ فرماتے میں ان لوگوں پر قیامت کے دن گواہ ہوں اس طرح آپ نے انہیں ان کے خون آلود کپڑوں سمیت دفن کر دیا نہ ان کا جنازہ پڑھا اور نہ انہیں غسل دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے لئے عورتوں کا ایثار

جب مسلمان مدینہ منورہ واپس آئے تو ان کا گزر بنو دینار کی ایک عورت کے پاس سے ہوا، جس کا خاوند، بھائی اور والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ہمراہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ جب لوگوں نے اس سے اظہار افسوس کیا تو اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا اے ام فلاں، آنحضورؐ بخیرت ہیں جیسے کہ آپ تم چاہتی ہو۔ اس نے کہا مجھے دکھاؤ۔ آپ کہاں ہیں لوگوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا ـــــ تو جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو دیکھ لیا تو کہا اے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) آپ کے بعد ہر ایک معیبت چھوٹی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور مسلمانوں کا دشمن کے تعاقب میں نکلنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے حق میں نصرت خداوندی کا نزول:

جب مشرکین یہاں سے چلے گئے تو انہوں نے ایک دوسرے کو لعنت کی اور کہا: تم نے کچھ نہ کیا تم نے دشمن کو نازک جگہ سے نقصان پہنچایا، لیکن پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کا قلع قمع نہ کیا۔

آپ کو پتہ چلا تو آپ نے دشمن کے تعاقب کا حکم دیا۔

اس وقت مسلمان زخموں سے نڈھال تھے جب جنگ کا اگلا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے مؤذن نے لوگوں کو دشمن کے تعاقب میں نکلنے کا حکم پہنچایا۔ آپ نے حکم دیا کہ ہمارے ہمراہ صرف وہی لوگ جائیں گے جو کل ہمارے ساتھ شریک تھے۔ ان میں سے ہر مسلمان زخمی اور گراں بار تھا۔ اسکے باوجود یہ تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ہمراہ گئے اور ان میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ تھا۔ یہ لشکر حمراء الاسد کے مقام

پر پہنچ کر رک گیا جو مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں نے پیر، منگل اور بدھ —— تین دن قیام کیا۔ بعد ازاں مسلمان مدینہ منورہ پلٹ آئے۔ مسلمانوں میں سے غزوہ احد کے دن ستر صحابہ شہید ہوئے جن میں انصار کی اکثریت تھی جبکہ مشرکوں میں سے کل ۳۲ افراد مارے گئے۔

مسلمان کی جان سے بھی زیادہ عزیز

۳ھ میں قبیلہ عضل وقارہ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو تبلیغ اسلام کے لئے طلب کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہمراہ چھ صحابہ کو بھیج دیا۔ جن میں حضرت عاصمؓ بن ثابت، خبیبؓ بن عدی، زیدؓ بن الدثنہ تھے۔ ان قبیلوں نے صحابہ کے ساتھ دھوکا کیا اور ان میں سے بیشتر لوگوں کو قتل کر دیا۔

حضرت زید کو، جو مکہ میں محبوس تھے، یہ لوگ وہاں سے نکال کر باہر قتل کرنے کے لئے چلے، اس موقع پر قریش مکہ کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی جن میں ابو سفیان بن حرب بھی تھا، اس نے زید سے کہا: میں تجھے اے زیداللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس وقت تیری جگہ یہاں محمد ہوتے اور تو اپنے بال بچوں کے ساتھ ہوتا۔ انہوں نے کہا: بخدا میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ ہوں اور آپ کو کوئی کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر والوں میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ابو سفیان نے کہا میں نے محمد کے ساتھیوں سے زیادہ کسی کو کسی سے محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بعد ازاں انہیں شہید کر دیا گیا۔

جہاں تک خبیبؓ کا تعلق ہے تو وہ انکو سولی دینے کے لئے لے چلے انہوں نے ان سے کہا اگر تم مجھے اس بات کی اجازت دو کہ میں دو رکعت نماز ادا کر سکوں، انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔ انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی جو نہایت عمدہ اور ارکان کی ادائیگی کے اعتبار سے مکمل تھی۔ بعد ازاں وہ

لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: بخدا اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں موت کے خوف سے نماز کو لمبا کر رہا ہوں تو میں بہت زیادہ نماز ادا کرتا اس کے بعد انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

فلست ابالی حین اقتل مسلماً　　علی ای شق کان فی اللہ مصرعی
وذالک فی ذات الالہ و ان یشاء　　یبارک علی اوصال شلو ممزع

(جب مجھے حالت اسلام میں قتل کیا جا رہا ہے تو مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ مجھے کس پہلو پر لٹا کر قتل کیا جا رہا ہے۔
یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہے، اگر وہ چاہے تو ہر ایک عضو کے گوشت کو جسم سے الگ کر کے کاٹا جائے)

واقعہ بئر معونہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عامر بن مالک کی دعوت پر صحابہ کرام کی ایک جماعت کو تبلیغ و تعلیم اسلام کے لئے بھیجا۔ اس قافلے میں ستر منتخب صحابہ کرام تھے۔ یہ لوگ چلے تاآنکہ یہ لوگ بئر معونہ جا پہنچے۔ اس جگہ ان پر بنو سلیم، رعل اور ذکوان کے لوگوں نے مشترکہ طور پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان پر چھا گئے۔ انہوں نے جب یہ حالات دیکھے تو تلواریں نکالیں اور پھر آخری شخص تک لڑتے ہوئے مارے گئے ماسوا کعب بن زید کے جو غزوہ خندق تک حیات رہے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔

مقتول کا ایک کلمہ قاتل کے اسلام کا سبب کیسے بنا؟

اس جنگ میں حرامؓ بن ملحان کو جبار بن سلمی نے قتل کیا۔ ان کے اسلام لانے کا سبب وہ کلمہ تھا جو حرام نے مرتے وقت کہا تھا۔ جبار کہتے ہیں کہ میرے اسلام کا سبب یہ تھا کہ میں نے اس دن ایک شخص کو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان نیزہ مارا۔ میں نے نیزے کی نوک کو، جب وہ اس

کے سینے سے باہر نکلی دیکھ رہا تھا کہا اس وقت میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا "رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا" میں نے اپنے دل میں کہا وہ کیسے کامیاب ہو گیا؟ میں نے اسے قتل نہیں کر دیا؟ لیکن میرے دل کو تسلی نہ ہوئی جب میں نے اس کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا اس نے شہادت پانے کی بنا پر یہ کہا ہے۔ میں نے کہا بخدا وہ کامیاب ہو گیا۔ یہی واقعہ ان کے اسلام لانے کا سبب بن گیا۔

بنو نضیر کو جلا وطن کرنا

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو نضیر کے پاس گئے جو یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ مقصد بنو عامر کے دو مقتولوں کے خون بہا میں مدد طلب کرنا تھا۔ بنو عامر اور بنو نضیر کے مابین معاہدہ اور حلف تھا۔ انہوں نے آپ سے نرمی سے گفتگو کی اور عمدہ وعدہ کیا، لیکن در پردہ ایک خفیہ تدبیر اور دھوکہ کیا۔ وہ اس طرح کہ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مکان کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے کہا تم اس شخص کو قتل کرنے کا اس سے بہتر موقع نہ پاؤ گے۔ کوئی شخص اس مکان کی چھت پر جا کر ان کے اوپر ایک پتھر گرا دے تاکہ ہمیں اس کی طرف سے راحت مل جائے۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ہمراہ تھے جس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آسمان سے دشمن کے ارادے کی خبر آ گئی، جس کی بنا پر آپ خاموشی سے اٹھ کر مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مسلم فوج نے چل کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہ واقعہ ربیع الاول 4ھ میں پیش آیا۔ آپ نے چھ راتوں تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں

کا رعب ڈال دیا اور انھوں نے آپ سے جلا وطن ہونے کی اجازت مانگی۔ بشرطیکہ انھیں جان کی امان دی جائے اور اسلحے کے سوا باقی سامان لے جانے دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی یہ پیشکش قبول کرلی چنانچہ وہ جتنا ساز و سامان اونٹوں پر لاد کر لے کر جا سکتے تھے' لے گئے۔ جو مال بچ گیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے مابین تقسیم کر دیا۔

غزوہ ذات الرقاع

۴ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم "نجد" کے علاقے پر حملہ کے لئے آگے بڑھے یہاں تک کہ آپ نخلستان میں اتر گئے اور جو مجاہد آنحضور کے ساتھ گئے تھے ان کے پاس چھ اونٹ تھے۔ اس سفر میں ان کے پاؤں میں سوراخ ہو گئے اور انکے ناخن گر گئے۔ اس لئے ان کے پاؤں پر دھجیاں لپیٹ دی گئیں اسی لئے اس غزوے کو ذات الرقاع کہتے ہیں۔ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے لیکن دونوں میں جنگ کی نوبت نہ آئی۔ لوگوں کو ایک دوسرے پر حملے کا خوف تھا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کو "صلوٰۃ الخوف" پڑھائی۔

غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب

شوال ۵ ھ میں غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب پیش آیا۔ یہ جنگ ایک سخت اور ایسی آزمائش کی گھڑی تھی جس میں مسلمانوں کی اتنی کڑی آزمائش ہوئی جو کسی اور جنگ میں نہیں ہوئی۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِذْ جَاءُوكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا (۱)

جب وہ (دشمن قبائل) تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آئے اور جب نگاہیں ٹیڑھی ہو گئیں اور دل حلق تک آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں گمان کرنے لگے اس وقت مومن آزمائے گئے اور وہ بہت سخت ہلائے گئے

اس جنگ کو بھڑکانے والے یہودی تھے وہ اس طرح کہ بنو نضیر اور بنو وائل کے کچھ لوگ قریش مکہ کے پاس گئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی لیکن قریش مکہ پہلے جنگ کر کے دیکھ چکے تھے جس میں انہیں زخم لگے تھے اور وہ اس کے لئے تیاریاں جاری رکھے ہوئے تھے اور دل سے جنگ چاہتے تھے چنانچہ یہودیوں کے وفد نے انہیں ایسے سبز باغ دکھائے کہ انہیں یہ کام انتہائی آسان نظر آنے لگا اور انہوں نے کہا: مسلمانوں کی بیخ کنی تک ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

۱؎ الاحزاب (۳۳ / ۱۱)

اس پر قریش مکہ کو قدرتی طور پر مسرت ہوئی۔ انہوں نے ان کی دعوت خوشی سے قبول کرلی اور ان کی تجویز پر اتفاق کرلیا۔ اس کے بعد یہ وفد بنو غطفان کے پاس آیا اور انہیں اس جنگ میں شرکت کی دعوت دی۔ اسی طرح یہ وفد تمام قبائل میں پھرا اور ان سب کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے اور قریش مکہ کا ساتھ دینے کی ترغیب دی۔

بالآخر یہ تمام قبیلے چند شرائط پر متفق ہو گئے۔ قریش مکہ نے چار ہزار اور بنو غطفان نے چھ ہزار افراد تیار کر لئے۔ اس طرح لشکر کی کل تعداد دس ہزار تھی۔ اور اس لشکر کی قیادت ابو سفیان بن حرب کے پاس تھی۔

"حکمت" مسلمان کی متاع گمشدہ

مسلمانوں نے مدینہ منورہ میں محصور ہونے اور اس میں محصور ہو کر اس کے دفاع کرنے پر اتفاق کر لیا اس وقت مسلمانوں کا لشکر تین ہزار سے زیادہ نہ تھا۔

اس موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے مدینہ منورہ کے آس پاس خندق تیار کرنے کا مشورہ دیا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ہمیں فارس میں جب کسی دشمن کی سوار فوج کے حملہ کا اندیشہ ہوتا ہے تو ہم خندق تیار کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور مدینہ منورہ میں جس طرف کھلا میدان تھا اور دشمن کے حملے کا خطرہ تھا خندق کھودنے کا حکم دیا۔

یہ خندق آپ نے صحابہ کے مابین تقسیم فرمادی ہر دس افراد کے حصہ میں چالیس چالیس ہاتھ (ذراع) جگہ آئی۔

مسلمانوں میں مساوات اور غم خواری کی روح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق تیار کرنے میں بنفس نفیس شرکت فرمائی تاکہ مسلمانوں کو اس کی ترغیب ہو۔ مسلمانوں نے جوش و

خروش سے آپ کے ہمراہ اس کی تیاری میں حصہ لیا۔ آنحضورؐ نے اور صحابہؓ نے بھی بھرپور محنت کی۔ اس وقت موسم سخت سردی کا تھا، لیکن صحابہ کو معمولی سی خوراک کے سوا خوراک بھی میسر نہ تھی اور کبھی وہ بھی نہیں ملتی تھی۔

حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر ایک ایک پتھر دکھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

مسلمان اس موقع پر بے حد خوش تھے۔ وہ اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے اور رجز پڑھتے تھے اور کسی شکایت یا تھکن کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اس موقع کے لئے حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف گئے تو آپؐ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار سخت سردی کے موسم میں صبح کے وقت خندق کھود رہے ہیں۔ ان کے پاس غلام نہ تھے جو ان کی طرف سے یہ کام کرتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی محنت اور بھوک دیکھی تو فرمایا: اے اللہ (تو گواہ رہ) بیشک اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے بس تو معاف کر دے انصار اور مہاجرین کو"

صحابہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھ پر، جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کی بیعت کی ہے"

ایک موقع پر خندق میں ایک سخت چٹان آگئی جس پر پھاوڑا کام نہ کرتا تھا۔ انہوں نے اس کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شکایت کی۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو پھاوڑا لیا اور بسم اللہ پڑھ کر اس پر ایک زور دار ضرب لگائی جس سے اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا تو آپ نے فرمایا

"اللہ اکبر ..... مجھے شام کے علاقے کی چابیاں دے دی گئیں...... بخدا میں قیصر کے سرخ رنگ کے محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں"۔ بعد ازاں آپ نے دوسری ضرب لگائی تو اس کا دو تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر۔ مجھے فارس (ایران) کی چابیاں دے دی گئیں۔ بخدا میں اس کے سفید رنگ کے محلات دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے تیسری مرتبہ اس پر پھاوڑا مارا اور فرمایا بسم اللہ اس سے باقی چٹان بھی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئیں۔ بخدا میں اسی جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

اس جنگ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معجزات

اس جنگ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بہت سے معجزات ظاہر ہوئے، مثلاً" خندق کھودتے وقت جب کوئی سخت چٹان آ جاتی تھی تو آپ کسی برتن میں پانی منگوا کر اس پر چھڑکتے تو وہ سخت چٹان ریت کی طرح نرم ہو جاتی تھی۔

اسی طرح تھوڑے سے کھانے میں برکت ظاہر ہوئی اور اس سے بہت سے لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور وہ کھانا تمام لشکر کے لئے کافی ہو گیا۔

جب دشمن تمہارے اوپر اور نیچے سے حملہ آور ہوا

قریش مکہ اور بنو **غطفان** اپنے حامی قبائل کے ہمراہ آئے تو انہوں نے مدینہ منورہ کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا۔ ان کی کل تعداد دس ہزار تھی جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ غازیوں کی تعداد تین ہزار تھی، مگر ان کے اور مسلمانوں کے درمیان خندق حائل تھی۔

مسلمانوں اور بنو قریظہ میں باہمی عہد و معاہدہ تھا، لیکن قریش مکہ نے ان کے سردار حی بن اخطب کو اس معاہدے کے توڑنے کی ترغیب دلائی۔

چنانچہ اس نے قدرے رد وکد کے بعد یہ معاہدہ توڑ دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جتلا دیا۔ آپ کو مصیبت کی اس گھڑی میں ان کے اس عمل سے دکھ ہوا اور اس طرح مسلمانوں پر خوف بڑھ گیا اور بعض منافقوں کا نفاق بھی کھل کر سامنے آگیا۔ حالات اتنے خراب ہوئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ایک تہائی پھل دینے پر بنو غطفان سے سے صلح کرنا چاہی تاکہ انصار پر حالات نرم ہو جائیں اور وہ زیادہ سختی نہ اٹھائیں اس لئے کہ انہیں ایک بہت بڑی جنگ کا سامنا تھا۔

لیکن آپ نے جب حضرت سعدؓ بن معاذ اور سعدؓ بن عبادہ کی دشمن کے مقابلے کے لئے ہمت و مستقل مزاجی اور ثابت قدمی دیکھی تو آپ نے اس خیال سے رجوع کر لیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ جب ہم اور یہ لوگ مشرک اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، ہم خدا کو جانتے تھے اور نہ اس کی عبادت کرتے تھے۔ تو اس وقت بھی وہ ہم سے بجز مہمان نوازی یا خریداری کے ایک کھجور بھی نہ لے سکتے تھے۔ تو کیا اب جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ساتھ عزت بخشی ہے اور ہمیں اپنے راستے کے ہدایت دی ہے تو ہم اپنے مال میں ان کی فرمانبرداری کریں گے ہمیں اس کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں ہے۔ واللہ ہم تلوار کے سوا انہیں کچھ نہ دیں گے تاآنکہ اللہ ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ کر دے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تب تم جانو اور وہ

مسلمانوں اور جاہلی شہسواروں میں مقابلہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور مسلمان اسی طرح مورچے پر جمے رہے، دشمن نے چاروں طرف سے انہیں گھیرا ہوا تھا مگر ان کے مابین باقاعدہ جنگ نہ تھی۔ ایک مرتبہ قریش مکہ کے چند شہسوار اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئے اور خندق کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے بخدا یہ تو ایک جنگی چال ہے اہل عرب اس سے قبل اس سے واقف نہ تھے۔

بعد ازاں انھوں نے خندق کا ایک تنگ حصہ دیکھا اور وہاں سے اپنے گھوڑوں کو خندق کے اوپر سے گزارا اور مدینہ منورہ کی سرزمین پر حملہ آور ہو گئے۔ ان میں عمرو بن عبد ود نامی ان کا مشہور سپہ سالار بھی تھا، جو ایک ہزار شہسواروں کے برابر تھا جب وہ گزر آیا تو اس نے آکر کہا: میرا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسکے مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور کہا اے عمرو، تو نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر تجھے کوئی قریشی دو میں سے ایک کی دعوت دے گا تو تو ضرور اس کی دعوت کو قبول کرے گا۔ اس نے کہا درست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تب میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو نیچے اتر۔ اس نے کہا اے بھتیجے وہ کس لئے۔ بخدا میں تو تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میں تو تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر عمرو کو طیش آگیا اور وہ گھوڑے سے نیچے اتر آیا، اس نے اپنے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے اور اس کے چہرے کو زخمی کر دیا اس کے بعد دنوں میں مقابلہ ہوا جسکے نتیجے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔

ایک ماں کا اپنے بیٹے کو قتال اور شہادت پر جانے کی ترغیب دینا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جو اس وقت بنو حارثہ کے قلعے میں دوسری عورتوں کے ہمراہ تھیں اور یہ واقعہ حجاب (پردے) کا حکم نازل ہونے سے قبل کا ہے، کہ وہاں سے سعدؓ بن معاذ کا گزر ہوا، اس وقت ان کے جسم پر ایک چھوٹی سے زرہ تھی جس میں سے ان کا پورا بازو باہر نکلا ہوا تھا۔ اس وقت وہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ان کی والدہ نے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! فوج کے ساتھ جا کے مل، بخدا تو بہت لیٹ ہو گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ان کی والدہ سے کہا اے ام سعد

بخدا کہ سعد کی زرہ اس وقت جتنی ہے اس سے بڑی ہوتی تو بہتر تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بارے میں اندیشہ تھا (مگر ان کی والدہ نے انہیں منع نہ کیا) چنانچہ حضرت سعدؓ بن معاذ کے جسم پر ایک پتھر آ کے لگا جس سے ان کے بازو کی رگ (اکحل) کٹ گئی اور وہ غزوہ بنو قریظہ میں شہید ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے آسمانی اور زمینی لشکر

مشرکین نے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنی فوج سے مسلمانوں کو ایک قلعے کی طرح چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ انہوں نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے رکھا اور ایک گوشے پر جم گئے۔ اس وقت آزمائش بہت سخت ہو گئی اور نفاق کھل گیا۔ کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہہ کر اجازت مانگی کہ ہمارے مکان بے پردہ ہیں، حالانکہ وہ بے پردہ نہ تھے بلکہ وہ تو بھاگنا چاہتے تھے۔

پھر، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے، مسلمان سخت خوف اور سختی کی حالت میں تھے۔ اس وقت نعیمؓ بن مسعود الغطفانی آئے انہوں نے آ کر عرض کیا یارسول اللہ میں مسلمان ہو گیا ہوں ـــــ مگر میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم نہیں ہے آپ مجھے حکم کریں کہ میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا تم ہمارے ہی ایک فرد ہو، اگر تم کر سکتے ہو تو ہم سے ان لوگوں کو بھگا دو اس لئے کہ جنگ تو ایک "حربی چال" کا نام ہے۔

چنانچہ نعیمؓ بن مسعود وہاں سے اٹھے اور سیدھے بنو قریظہ کے پاس پہنچے اور ان کے ساتھ اس طرح گفتگو کی جس سے انہوں نے انہیں ان کے موقف کی صحت اور قریش اور بنو غطفان کی دوستی کے بارے میں شک میں ڈال دیا جو ان کے شہر کے رہنے والے نہ تھے اور مہاجرین اور انصار سے دشمنی مول لینے کے مضمرات سے انہیں ڈرایا جو ان کے ہر وقت کے ہمسایہ تھے۔ انہوں نے انہیں اس بات کا اشارہ کیا کہ وہ اس وقت تک ان کی حمایت میں نہ لڑیں جب تک وہ قریش مکہ کے سرداروں کو اپنے ہاں رہن نہ رکھ

لیں جو ان کے قبضے میں رہیں جو ان کے لئے اعتماد کا باعث ہوں گے انہوں نے کہا کہ تم نے جس بات کا اشارہ کیا ہے وہ درست ہے۔

پھر وہ وہاں سے اٹھ کر قریش مکہ کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنے اخلاص اور اپنی خیر خواہی کا اظہار کیا اور ان سے کہا کہ یہودیوں کو اپنے کئے پر ندامت ہے اور وہ اپنے معاہدے کی پختگی کے لئے قریش مکہ کے سرداروں کو بطور ضمانت طلب کریں گے اور پھر انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونپ دیں گے جو ان کو بے دریغ قتل کر دیں گے پھر وہ بنو غطفان کے پاس گئے اور انہیں وہی کچھ کہا جو قریش مکہ سے کہا تھا' اس لیے یہ دونوں قبیلے یہودیوں کی طرف سے محتاط ہو گئے' اور ان کے دلوں میں یہودیوں کی طرف سے کدورت پیدا ہو گئی۔ اس طرح حملہ آوروں کے درمیان بھی تفریق پیدا ہو گئی اور ہر ایک قبیلے کو دوسرے سے خطرہ محسوس ہونے لگا۔

جب ابو سفیان اور غطفانی سرداروں نے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کے آخری معرکہ کے لئے یہودیوں کی مدد طلب کی تو یہودیوں نے سستی کا مظاہرہ کیا اور انکے مردوں کو بطور ضمانت طلب کیا۔ اس طرح قریش مکہ اور بنو غطفان کو نعیم بن مسعود کی باتوں پر یقین ہو گیا اور وہ ان کے مطالبے کی تکمیل سے رک گئے جس سے یہودیوں کو نعیم کی باتوں پر یقین آ گیا۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک گروہ دوسرے سے الگ ہو گیا اور ان کے درمیان اختلافات پھوٹ پڑے اور اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کی خصوصی امداد کے طور پر ٹھنڈی اور یخ راتوں میں سے ایک رات میں ان پر سخت آندھی مسلط کر دی گئی جس سے ان کی ہنڈیاں الٹ گئیں اور ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ اس وقت ابو سفیان نے کھڑے ہو کر کہا: اے جماعت قریش! تم کسی پر سکون جگہ میں نہیں ہوا' چارہ اور حیوان ہلاک

ہو گئے۔ ہمارے ساتھ بنو قریظہ نے بد عہدی کی۔ ہمارے پاس ان کا انکار پہنچ گیا ہے۔ ہمیں ایسی آندھی نے آن لیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ جس سے ہماری ہنڈیا بھی نہیں ٹکتی اور نہ آگ جلتی ہے اور نہ ہمارے خیمے قائم رہتے ہیں پس تم کوچ کرو میں بھی تمہارے ساتھ کوچ کر رہا ہوں۔

ابو سفیان اپنے اونٹ کو کھولنے کے لئے اٹھا جہاں وہ بندھا ہوا تھا اور پھر اس پر بیٹھ کر اس کو مارا' جیسے ہی اس کی رسی کھولی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

جب بنو **غطفان** کو قریش کی اس حرکت کا علم ہوا تو وہ بھی متفرق ہو کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت حذیفہؓ بن الیمان نے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا آپ کو ان تمام حالات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے دشمن کے فرار کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور پھر واپس آکر آنحضورؐ کو مطلع کیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق سے چل کر مدینہ منورہ واپس آگئے اور تمام مسلمان بھی واپس آگئے انہوں نے ہتھیار اتار دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے بجا فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا (۱)

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے

۱۔ الاحزاب (۳۳ / ۹)

دوسری جگہ فرمایا:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَّ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (۱)

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا لوٹا دیا کہ ان کی مراد پوری نہ ہوئی اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے آپ ہی کافی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑا زبردست ہے

اس طرح یہ جنگ ختم ہو گئی اس کے بعد قریش مکہ کو دوبارہ پلٹ کر حملے کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اس سال کے بعد قریش مکہ نہیں بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں میں سے غزوہ خندق میں سات افراد اور مشرکین میں سے چار افراد قتل ہوئے۔

بنو قریظہ کا نقض عہد اور غزوہ بنو قریظہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے مہاجرین اور انصار مدینہ کے درمیان ایک معاہدہ ترتیب دیا جس میں آپؐ نے یہودیوں سے وعدے کئے اور ان سے وعدے لئے۔ انھیں ان کے مذہب اور ان کے مال و املاک پر برقرار رکھا۔ ان کے لئے اور ان کے اوپر کچھ شرائط مقرر کیں اس معاہدے میں یہ الفاظ بھی تھے:

جو شخص اسی معاہدے والوں سے لڑے گا تمام لوگوں پر اس سے لڑنا ضروری ہو گا ان کے درمیان باہمی تعلقات خیر خواہ اور نیکی پر نہ کہ گناہ پر، مبنی

۱۔ الاحزاب (۳۳ / ۲۵)

ہوں گے اور جو شخص یثرب (مدینہ) پر حملہ کرے گا تمام لوگوں پر اس کے خلاف مدد کرنا ضروری ہو گا۔

لیکن بنو نضیر کے سردار حی بن اخطب کی شہ اور قریش مکہ کی کوشش سے بنو قریظہ نے اس معاہدے کو یک طرفہ طور پر توڑ دیا —— حالانکہ ان کے رئیس کعب بن اسد القرظی نے کہا تھا: مجھے تو محمد سے سوائے سچ اور ایفائے عہد کے کبھی کوئی بات نہیں پہنچی۔ اس کے باوجود کعب بن اسد نے اس معاہدے کو توڑ دیا اور اس نے اس معاہدے سے جو ان کے اور مسلمانوں کے مابین طے ہوا تھا خود کو بری الذمہ کر لیا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اس نقض عہد کی خبر ملی تو آپ نے حضرت سعدؓ بن معاذ کو جو سردار اوس تھے اور زمانہ جاہلیت میں بنو قریظہ کے حلیف تھے اور حضرت سعدؓ بن عبادہ کو جو بنو خزرج کے سردار تھے، انصاریوں کے ایک وفد کے ہمراہ ان کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس معاملے کی تفتیش کریں۔ انہوں نے جا کر دیکھا تو انہیں اس خبر کے مطابق بد ترین حالت میں پایا۔ ان سے جب اس معاہدے کا پوچھا گیا جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ہوا تھا تو انہوں نے کہا "کون رسول اللہ؟ ہمارے اور محمد کے درمیان نہ کوئی عہد ہے اور نہ کوئی معاہدہ" اس کے بعد انہوں نے مسلمانوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اسی طرح انہوں نے مسلمانوں پر ان کے عقب سے حملہ کرنے کا پروگرام بنایا اور حربی اعتبار سے عقبی حملہ انتہائی سخت اور تباہ کن ہوتا ہے اس لئے ارشاد باری ہے: (۱)

۱۔ الاحزاب (۳۳ / ۱۰)

اِذْ جَاؤُا كُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ   جب وہ تمہارے اوپر اور تمہارے
اَسْفَلَ مِنْكُمْ (۱)   نیچے سے حملہ کرنے کے لئے آئے

اس وقت مسلمانوں پر انکی یہ حرکت بڑی گراں گزری۔

بنو قریظہ پر حملہ:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور مسلمان خندق کے معرکہ سے واپس لوٹ آئے اور اپنے ہتھیار اتار دیئے تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا جی! انہوں نے کہا: فرشتوں نے اب تک ہتھیار نہیں اتارے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنو قریظہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا ہے میں انہیں کی طرف جا رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مؤذن سے کہا کہ لوگوں میں اعلان کر دو جو شخص بھی اس اعلان کو سن رہا ہے وہ نماز عصر بنو قریظہ میں جا کر ادا کرے۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی بنو قریظہ کے قریب جاکر اترے اور ان کا پچیس راتوں تک محاصرہ کئے رکھا یہاں تک کہ وہ اس محاصرے سے تنگ آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔

سعد پر وہ وقت آگیا ہے جب وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے:

بنو قریظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فیصلے پر اپنے قلعے سے نیچے اتر آئے، تو ان کے حق میں بنو اوس نے سفارش کی کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے نہ کہ خوارج کے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

۱۔ الاحزاب (۳۳ : ۱۰)

نے فرمایا کہ اے جماعت اوس ... تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ انکے بارے میں تمہارا کوئی شخص فیصلہ کرے۔ انہوں نے کہا درست ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا: تو یہ شخص حضرت سعدؓ بن معاذ ہیں اور پھر آپ نے انکو بلوا بھیجا جب وہ وہاں آئے تو ان کے قبیلے کے لوگوں نے ان سے کہا "اے ابو عمروؓ اپنے حلیفوں کے متعلق عمدہ فیصلہ کیجئے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے تمہیں اس کا مختار بنایا ہے تاکہ آپ ان کے متعلق اچھا فیصلہ کریں جب انہوں نے بہت کثرت سے اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا "سعد پر وہ وقت آگیا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے" اس کے بعد حضرت سعدؓ نے فرمایا:

"میں ان کے متعلق فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل، ان کے اموال کو باہم تقسیم اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا:

"تم نے ان کا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے"

ان کا یہ فیصلہ بنی اسرائیل کے "قانون جنگ" اور توریت کے عین مطابق تھا چنانچہ حضرت سعدؓ کے اس فیصلے کو بنو قریظہ میں نافذ کر دیا گیا اور مسلمان ان کے بچے کھچے لوگوں کی مخالفت سے محفوظ ہو گئے اور مسلمانوں کا داخلی امن مستحکم ہو گیا۔

بنو خزرج نے سلام بن ابی الحقیق کو قتل کیا یہ وہ شخص تھا جو مدینہ منورہ پر احزاب (قبائلی لشکروں) کو چڑھا کر لایا تھا اور بنو اوس اس سے قبل کعب بن اشرف کو قتل کر چکے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی عداوت میں دوسروں سے پیش پیش تھا اور لوگوں کو اس پر بھڑکاتا تھا۔ اس سے مسلمان ان کے ان سرداروں کے شر سے محفوظ ہو گئے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور جن کی حرکات مسلمانوں کی

تکلیف کا باعث تھیں۔

ظالم کو معافی اور محروم کو عطیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر ارسال کیا جو قبیلہ بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو پکڑ لایا اور اسے مسجد کے ستونوں کے ساتھ لا کر باندھ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قریب سے گزرے تو فرمایا: اے ثمامہ تمہارے پاس کیا ہے اس نے کہا: اے محمد اگر تم قتل کرو گے تو ایک انتقام والے شخص کو قتل کرو گے اور اگر تم احسان کرو گے؟ تو ایک قدردان شخص پر انعام کرو گے اور اگر تم مال چاہتے ہو تو بتاؤ تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق دیا جائے گا۔ آپ خاموش رہے۔ دوسری مرتبہ آپ اسکے قریب سے گزرے تو آپ نے اس سے وہی کچھ کہا جو پہلے کہا تھا اور اس نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ پھر تیسری مرتبہ آپ وہاں سے گزرے تو آنحضورؐ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو تو صحابہ نے اسے کھول دیا۔

ثمامہ مسجد کے قریب کھجوروں کے پاس گیا وہاں جا کر غسل کیا اور واپس آ کر اسلام قبول کر لیا اور کہا "بخدا روئے زمین پر آج سے پہلے آپ سے زیادہ کسی کا چہرہ مجھے مبغوض نہ تھا مگر آج روئے زمین پر آپ سے زیادہ کسی کا چہرہ میرے لئے محبوب نہیں ہے۔ بخدا اس سے پہلے آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا مگر اب وہ تمام ادیان سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ آپ کے لوگوں نے مجھے اس وقت پکڑا جب میں نے عمرہ کا ارادہ کیا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں (جنت کی) خوشخبری سنائی اور انہیں عمرہ کرنے کا حکم دیا۔

جب ثمامہ قریش مکہ کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: اے ثمامہ تو اپنے دین سے نکل گیا ہے۔ اس نے کہا: نہیں بخدا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور آئندہ تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی

نہیں پہنچے گا تاآنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کی اجازت عطا نہ فرمائیں۔ مکہ مکرمہ میں یمامہ سے غلہ آتا تھا پھر وہ اپنے علاقے میں واپس چلا گیا اور اس نے وہاں سے غلہ آنا روک دیا یہاں تک کہ قریش سخت مشکل میں پھنس گئے۔ انہوں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے صلہ رحمی کے واسطے سے سوال کیا اور آپ کو خط لکھا تاکہ آپ ثمامہ کو لکھ کر ان کی غلہ کی ترسیل بحال کرا دیں۔ آپ نے ایسے ہی کیا۔

صلح حدیبیہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خواب اور صحابہؓ کی مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تیاری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ آپ نے اپنا یہ خواب مدینہ منورہ میں موجود صحابہ کو سنایا جو اس پر بیحد خوش ہوئے۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ اور کعبہ کی زیارت کئے انہیں مدت ہو گئی تھی۔ ان کے دل کعبہ کے طواف کے لئے بے چین اور بیقرار تھے۔

مہاجرین کے دلوں میں مکہ مکرمہ میں جانے کا اشتیاق بہت زیادہ تھا۔ اس لئے کہ وہ وہیں پیدا ہوئے اور وہیں پلے گئے۔ وہ مکہ مکرمہ سے شدید محبت رکھتے تھے جبکہ کفار ان کے اور کعبہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ سفر کی تیاری کی، ان میں سے شاید ہی کوئی شخص پیچھے رہا ہو۔

ایک مدت کے بعد مکہ کو روانگی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ سے ذوالقعدہ ۶ ھ میں عمرہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ آپ لڑنا نہیں چاہتے تھے اور آپ سفر کر کے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ اس وقت آپکے ہمراہ پندرہ سو مجاہد

تھے ان کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے۔ آپ نے عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا تاکہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ آپ تو بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ آپ نے اپنے آگے مخبر بھیج رکھے تھے جو قریش کے حالات سے آپ کو باخبر رکھتے تھے۔ جب آپ مقام عسفان میں پہنچے تو آپ کے پاس ایک مخبر آیا اور اس نے کہا کہ میں نے کعب بن لؤی کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ انہوں نے آپ سے لڑنے کے لئے ایک جم غفیر جمع کر رکھا ہے اور وہ آپ کو ہر حال میں بیت اللہ سے روکیں گے اور آپ سے لڑیں گے۔ پھر جب آپ مزید آگے چلے اور آپ حدیبیہ کے آخری سرے تک پہنچ گئے تو اس وقت مسلمانوں کے پاس پانی کی قلت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے پیاس کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اسے پانی میں ڈال دو تو اس کا پانی اتنا بڑھ گیا کہ تمام لوگوں اور جانوروں کی سیرابی کے باوجود پانی بچا رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں قیام کرنے سے قریش مکہ سخت گھبرائے آپؐ نے چاہا کہ آپؐ اپنی طرف سے کوئی ایسا شخص بطور سفیر بھیجیں جو ان کے ہاں قابل احترام ہو۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور انہیں قریش مکہ کی طرف بھیج دیا اور کہا کہ تم جا کر انہیں بتاؤ کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم تو عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں اور انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں کہو کہ مکہ مکرمہ کے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو وہاں سے نکلنے دیں‘ چنانچہ وہ ان کے پاس گئے۔ ادھر آپؐ صحابہؓ کو فتح کی بشارت سنا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ میں اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں ایمان پوشیدہ نہ رہے گا۔ حضرت عثمانؓ جب مکہ مکرمہ میں پہنچے اور ابو سفیان اور قریش کے دوسرے سرداروں سے ملے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغامات

پہنچائے تو انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا: اگر تو چاہے تو بیت اللہ شریف کا طواف کرلے۔ انہوں نے کہا جب تک رسول اللہ طواف نہ کریں گے میں ہر گز طواف نہیں کروں گا۔ اس پر قریش نے انہیں قید کر دیا۔

بیعت رضوان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے اس پر آپ نے صحابہؓ کو بیعت کی دعوت دی، جسے سنتے ہی فوراً صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس وقت آپ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے صحابہ نے اس بات پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ اپنی جگہ سے نہ بھاگیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ حضرت عثمان کا ہاتھ ہے۔ یہ بیعت رضوان کیکر کے ایک درخت کے نیچے ہوئی جس کے متعلق اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (۱)

اللہ تعالی اہل ایمان سے راضی ہوا جب وہ لوگ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کرتے تھے

اس کے بعد قریش مکہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان چار افراد بطور سفیر آئے اور آپ ہر ایک سے یہی فرماتے تھے ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں جبکہ قریش مکہ دشمنی اور انکار پر مصر تھے۔ ان سفیروں میں عروہ بن مسعود الثقفی بھی تھا۔ وہ جب اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا تو کہنے لگا: اے لوگو! بخدا میں بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں جن میں کسریٰ، قیصر اور نجاشی بھی تھے، بخدا میں نے کسی بادشاہ کی ویسی تعظیم نہیں دیکھی، جیسی محمد کے ساتھی اس کی تعظیم کرتے ہیں اور پھر اس نے ساری تفصیل بیان کی۔

۱۔ الفتح (۲۶/ ۱۸)

معاہدہ صلح اور حکمت و بردباری کا مظاہرہ

پھر قریش مکہ نے سہیل بن عمرو کو بھیجا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو کہا اس شخص کو بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ قریش واقعی صلح کرنا چاہتے ہیں آپ نے ان سے فرمایا: ہمارے اور تمہارے درمیان ایک معاہدہ لکھا جائے ـــــ چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو لکھنے کے لئے بلایا اور انہیں کہا لکھیے: **بسم اللہ الرحمن الرحیم**، سہیل نے کہا جہاں تک رحمان کا تعلق ہے تو ہم نہیں جانتے وہ کیا ہے۔ البتہ صرف یہ لکھو: **باسمک اللھم۔** جیسے کہ تم اس سے پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا "بخدا ہم کبھی **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کے سوا کچھ اور نہ لکھیں گے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لکھو: باسمک اللھم، پھر آپ نے فرمایا: یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طے کیا ہے" اس پر سہیل نے اعتراض کیا اور کہا: اگر ہمیں علم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم کبھی آپ کو بیت اللہ شریف سے نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔ لیکن آپ لکھیں: محمد بن عبداللہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم خواہ مانو یا نہ مانو میں اللہ کا رسول ہوں۔ لکھو: محمد بن عبداللہ، حضرت علیؓ کو آپ نے سابقہ جملہ مٹانے کو کہا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا بخدا میں اسے نہیں مٹاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے وہ لفظ بتاؤ میں خود مٹا دیتا ہوں چنانچہ آپ نے ایسے ہی کیا۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا: یہ وہ معاہدہ ہے جو رسول اللہؐ نے طے کیا ہے کہ تم ہمارے اور بیت اللہ شریف کے درمیان حائل نہ ہو تاکہ ہم اسکا طواف کریں۔ سہیل نے کہا: واللہ اہل عرب یہ نہ کہیں کہ ہمیں حسد نے آن لیا تھا۔ اس لئے یہ عمرہ آئندہ سال کرو۔ چنانچہ یہی لکھا گیا۔

سہیل نے کہا: یہ کہ اگر ہمارا کوئی شخص تمہارے پاس آئے تو خواہ وہ

تمہارے دین پر ہی ہو، تو تم اسے ہماری طرف واپس لوٹا دو گے ـــــ مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! جو شخص مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا تو ہم اسے کیسے واپس کر دیں گے۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اسی وقت حضرت ابو جندلؓ بن سہیل اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے آ گئے جو زیریں مکہ سے نکل بھاگے تھے یہاں تک کہ انہوں نے خود کو مسلمانوں کے درمیان لا کر ڈال دیا۔ سہیل نے کہا اے محمدؐ ہمارے آپس کے معاہدے کی رو سے یہ پہلا شخص ہے جو آپ نے ہمیں واپس کرنا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک معاہدہ مکمل نہیں ہوا اس نے کہا: تب میں کسی بات پر معاہدہ نہ کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اسے تم میرے لئے چھوڑ دو۔ اس نے کہا میں تمہارے لئے بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ نے کہا درست ہے ایسا ہی کرو۔ مگر اس نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔

ابو جندلؓ نے یہ حالات دیکھ کر کہا: اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکین کو واپس کر دیا جائے گا، حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، کیا تم وہ مصیبتیں نہیں دیکھتے جو مجھے پہنچی ہیں۔ انہیں اللہ کی راہ میں بہت زیادہ مارا گیا تھا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں واپس کر دیا۔

اس طرح دونوں فریقوں نے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا جس میں دونوں طرف کے لوگ امن و سکون سے رہیں گے اور ایک دوسرے سے ہاتھ روکیں گے۔ نیز یہ کہ اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر آیا تو آپ اسے ان کی طرف واپس کر دیں گے اور جو شخص قریش، مکہ کے پاس محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ [illegible] ہو گا وہ اسے واپس نہ کریں گے ـــــ اور نیز یہ کہ اگر کوئی قبیلہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے اس معاہدے میں شامل

ہونا چاہے تو وہ شامل تصور ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی قبیلہ قریش مکہ کی طرف سے اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

اس معاہدے میں مسلمانوں کی آزمائش اور ان کی واپسی

جب مسلمانوں نے یہ معاہدہ صلح اور واپسی کا پروگرام دیکھا اور جس بردباری کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مظاہرہ کیا تھا اسکو دیکھا تو اس کے متعلق لوگوں کے دلوں میں بڑے بڑے خیالات آنے لگے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جاتے ان کے دلوں میں عجیب و غریب وسوسے آنے لگے، حضرت عمرؓ بن الخطاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ نہ بتاتے تھے کہ ہم جلد بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ انہوں نے کہا بالکل درست ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم اسی سال جاؤ گے۔ انہوں نے کہا: تم ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح سے فارغ ہوئے تو آپ اپنی قربانی کے جانور کے پاس گئے اور اسے ذبح کیا پھر آپ بیٹھ گئے اور اپنا سر منڈوایا۔ آپ کا یہ عمل مسلمانوں پر بڑا شاق گزرا، اس لئے کہ جب وہ اپنے گھروں سے نکلے تھے تو انہیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے میں کوئی شک نہ تھا۔ لیکن جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنی قربانی کا جانور ذبح کر دیا ہے اور سر منڈوا لیا ہے تو تمام لوگوں نے اپنی قربانیاں ذبح کیں اور اپنے منڈوا لئے۔

نرم صلح یا فتح مبین

پھر آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ○ بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی

لِيَغْفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ○ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ○ (۱)

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی اور پچھلی خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے اور آپ کو سیدھے راستے پر لے چلے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے آپ نے فرمایا ہاں، ہو سکتا ہے تم کسی شے کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ واپس آئے تو آپ کے پاس ایک قریشی ابو بصیرؓ عتبہ بن اسید مسلمان ہو کر آئے۔ قریش مکہ نے ان کو واپس لانے کے لئے دو آدمی مدینہ منورہ بھیجے۔ انہوں نے آکر آپؐ کو معاہدہ یاد دلایا، جو قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان ہوا تھا۔ آپؐ نے ابو بصیرؓ کو ان کے حوالے کر دیا۔ یہ دونوں قریشی انہیں لیکر چلے لیکن راستے میں ابو بصیر ان سے چھوٹ کر بھاگ گئے اور ساحل سمندر کے پاس اپنا ٹھکانہ بنا لیا اسی طرح ابو جندلؓ بن سہیل بھی کسی طرح ان لوگوں سے جان چھڑا کر اس کے پاس چلے آئے۔ اسی طرح قریش مکہ میں جو بھی مسلمان ہوتا وہ یہیں آ جاتا چنانچہ مسلمانوں کی یہاں ایک اچھی خاصی جماعت اکٹھی ہو گئی اور قریش مکہ کا جو بھی قافلہ شام کی طرف جاتا تھا یہ لوگ مل کر اسے روک لیتے تھے اور لوگوں کو قتل کر کے اس کا ساز و سامان لوٹ لیتے۔ قریش مکہ نے عاجز آکر آپ کو اللہ اور صلہ رحمی کا واسطہ دیا کہ آپ انہیں اپنے پاس بلا لیں تاکہ جو بھی ان میں سے آئے وہ امن میں ہو۔

الفتح (۴۸ / ۱-۲)

بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ معاہدہ صلح حدیبیہ، جس کے قبول کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کے تمام الحاح و اصرار کو قبول کیا اور انہوں نے ان شرائط میں اپنے لئے کامیابی اور مصلحت دیکھی تھی اور مسلمانوں نے مضبوط قوت ایمانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے لوث اطاعت کے باعث اسے برداشت کیا تھا، اسلام کی نصرت اور جزیرہ عرب میں اس کی اشاعت کا ذریعہ بن گیا۔ اور اس سے اسلام ایسی سرعت سے پھیلا کہ اس سے قبل اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور یہ صلح "فتح مکہ کا دروازہ اور دنیا کے حکمرانوں مثلاً" قیصر و کسریٰ، مقوقس اور دوسرے عرب سرداروں کو دعوت اسلام دینے کا ذریعہ تھی اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (۱)

اور ممکن ہے کہ تم کسی بات کو گراں سمجھو مگر وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ممکن ہے کہ تم کسی سے کو پسند کرو، مگر وہ تمہارے حق میں باعث خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

خالد بن الولید اور عمرو بن العاص کا قبول اسلام

صلح حدیبیہ دلوں کی فتح کا ذریعہ تھی اسی لئے اس عرصے میں حضرت خالدؓ بن ولید اسلام میں داخل ہوئے جو قریش مکہ کے شہسوار، قائد جیش اور بڑی بڑی جنگوں کے مرد میدان تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کام نام "سیف اللہ" رکھا۔ انہیں اللہ کی راہ میں کئی طریقے سے آزمایا گیا۔ ان کے ہاتھ پر شام کا علاقہ فتح ہوا۔ اسی طرح حضرت عمرو بن العاص جو بڑے قائدین اور روساء میں سے تھے اور بعد میں فاتح مصر بنے، مسلمان ہوئے۔

۱۔ البقرہ (۲ / ۲۱۶)

یہ دونوں حضرات صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ آئے اور اسلام قبول کیا اور اس پر ثابت قدم رہے۔ اس صلح نے مسلمانوں اور مشرکوں کو باہمی میل جول کا موقعہ دیا۔ مشرکین اسلام کے محاسن سے آگاہ ہوئے، انہیں مسلمانوں کے اخلاق دیکھنے کا موقعہ ملا، چنانچہ اس صلح پر ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد مشرف باسلام ہو گئی۔

بادشاہوں اور روسائے عرب کو دعوت اسلام

جب صلح ہو گئی اور حالات پر سکون ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دنیا کے بادشاہوں اور عرب کے روساء کے نام دعوتی خطوط لکھے جن میں انہیں اسلام اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی دعوت حکمت اور موعظہ وحسنہ کے ساتھ پیش کی گئی۔ اس کے لئے آپ نے بہت عمدہ اہتمام فرمایا۔ آپ نے ہر ایک کے لئے ایسے قاصد کا انتخاب فرمایا جو اسکے لئے موزوں ترین تھا۔ اس موقع پر آپ سے کہا گیا کہ بادشاہوں اور روسائے عرب کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی خط کو مہر کے بغیر قبول نہیں کرتے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں محمد رسول اللہ کے الفاظ نقش کرائے۔

ہرقل کا اسلام کی حقیقت کو سمجھنا مگر اسلام قبول کرنے سے اجتناب

ان بادشاہوں میں بوزنطی رومی سلطنت کا حکمران "ہرقل" بھی تھا اور سلطنت فارس کا حکمران کسریٰ پرویز، نجاشی شاہ حبشہ اور مقوقس شاہ مصر بھی تھا۔ جہاں تک ہرقل، نجاشی اور مقوقس کا تعلق ہے تو ان حکمرانوں نے آپ کے خط کا ادب کیا اور جواب میں نرمی اختیار کی، ان میں سے ہرقل نے نامہ مبارک پہنچنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں اظہار احوال کرنے کے لئے کسی آدمی کو تلاش کرایا۔ اتفاق سے ابو سفیان ان دنوں غزہ میں ایک تجارتی قافلے میں آیا ہوا تھا۔ اس نے اسے اپنے روبرو بلوایا

اور اس سے کچھ سوالات پوچھے۔ اس کے یہ سوالات ایک سمجھدار اور عقلمند ذہن کی غمازی کرتے ہیں۔ ان سے پتا چلتا ہے کہ وہ تاریخ ادیان سے بخوبی واقف اور انبیا علیہم السلام اور ان کی سیرت و شان سے آگاہ تھا۔ ابو سفیان نے اس کے سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب اس لئے دیا کہ یہ قدیم عربوں کی عادت تھی نیز تاکہ لوگ اس کو جھوٹا نہ کہیں۔

جب ھرقل نے یہ تمام باتیں سنیں تو اس نے یقین کرلیا کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں اور کہا: اے ابو سفیان اگر تو نے جو کہا وہ سچ ہے تو عنقریب اس کی حکومت جہاں میں اس وقت بیٹھا ہوں وہاں تک پہنچ جائے گی اور میں یہ جانتا تھا کہ عنقریب یہ نبی ظاہر ہونے والا ہے، لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں آئے گا اگر میں اس تک پہنچ سکتا، تو میں اس کی ملاقات کے لئے ہر تکلیف اٹھالیتا اگر میں اس کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھو دھوکر پیتا۔

اس کے بعد اس نے روم کے بڑے بڑے رئیسوں کو محل میں بلایا اور محل کے دروازے بند کرا دیئے اور پھر اس نے لوگوں کے سامنے آکر کہا: اے رومیو! کیا تم چاہتے ہو کہ تم کامیابی اور ہدایت کے ساتھ اپنے ملک اور اپنی حکومت پر برقرار رہو تو تم اس نبی کی بیعت کرلو! یہ سن کر تمام لوگ اٹھے اور دروازوں کی طرف لپکے مگر دروازے پہلے ہی بند تھے۔ جب ہرقل نے اسلام سے ان کا تنفر دیکھا اور وہ ان کے ایمان سے مایوس ہوگیا تو اس نے کہا: سب لوگوں کو میرے پاس بلاؤ اور پھر اس نے کہا کہ ابھی جو بات میں نے کہی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ میں تمہاری، تمہارے دین پر سختی کو آزمانا چاہتا تھا۔ سو وہ میں نے دیکھ لیا یہ سن کر تمام لوگوں نے اسے سجدہ کیا اور اس سے خوش ہوگئے۔

اس طرح اس نے ہدایت پر حکومت و اقتدار کو ترجیح دی اور اس کے اور مسلمانوں کے درمیان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کئی

لڑائیاں اور جنگیں ہوئیں، جس میں اس علاقے میں اس کی حکومت اور بادشاہت جاتی رہی۔

نجاشی اور مقوقس کا ادب و احترام

جہاں تک نجاشی اور مقوقس کا تعلق ہے تو ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصدوں کا احترام کیا اور دونوں نے نرم جواب لکھا اور مقوقس نے جواب میں آپ کی خدمت میں کئی تحفے اور ہدیے بھی بھیجے جن میں دو باندیاں بھی تھیں ان میں سے ایک کا نام ماریہؓ تھا جو ابراہیم بن رسول اللہ .... کی والدہ تھیں۔

کسریٰ کی گستاخی اور اس پر سزا

ایرانی حکمران کسریٰ پرویز کے روبرو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھا گیا تو اس نے اس کو پھاڑ دیا اور کہا: میری طرف میرا ایک غلام خط لکھتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا "اللہ اس کی بادشاہت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے" پھر کسریٰ نے باذان کو جو یمن پر اس کی طرف سے حاکم تھا، حکم دیا کہ اس خط لکھنے والے کو لا حاضر کرے۔ اس نے بابویہ کو آپکی طرف پیغام دیکر بھیجا کہ بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ نے باذان کو لکھا ہے کہ آپ کو بلانے کے لئے وہ کسی کو بھیجے اور اس نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو لے چلوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کی بادشاہت پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس کی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مسلمانوں کو اس کا مالک بنا دیا، البتہ اہل ایران کو قبول اسلام کی توفیق ملی۔ اسی طرح آپ نے روسائے عرب کو خطوط لکھے ان میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ لوگ اسلام نہ لائے۔

غزوہ خیبر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام

اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں بیعت رضوان والے صحابہ کو "فتح قریب" اور بہت سی غنیمتوں کی خوشخبری عطا فرمائی اور فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ○ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (۱)

تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا کہ جب یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ہاتھ لگے ایک فتح دی اور اس فتح میں بہت سی غنیمتیں بھی دیں جن کو یہ لوگ لے لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔

فتوحات اور غنیمتوں کے اس مبارک سلسلے کا آغاز فتح خیبر سے ہوا۔ اس زمانے میں خیبر یہودیوں سے آباد تھا۔ جس میں کئی مضبوط اور مستحکم قلعے تھے اور یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے جرنیل تھے (قریش مکہ کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ان سے راحت اور ان کی طرف سے امن مل جائے۔ خیبر مدینہ منورہ سے شمالی جانب ستر میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

۱۔ الفتح (۱۸۔۱۹)

مومن لشکر پیغمبر کی قیادت میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد ذوالحجہ اور محرم کے کچھ دن مدینہ منورہ میں قیام کیا پھر آپ محرم کے آخری دنوں میں خیبر کو چلے گئے۔ عامر بن اکوع آپ کے اس سفر کے موقع پر حسب ذیل رجز پڑھ رہے تھے۔

والله لو لا الله ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا
انا انا قوم بغوا علينا وان ارادوا فتنةً ابينا
فانزلن سكينةً علينا وثبت الاقدام ان لاقينا

(اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ جب کوئی قوم ہم پر چڑھائی کرتی ہے اور ہمیں آزمائش میں ڈالنا چاہتی ہے تو ہم اس سے انکار کرتے ہیں، اے اللہ تو ہم پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرما اور جب ہم دشمن سے ملیں تو ہمارے قدموں کو ثابت رکھ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ خیبر روانہ ہو گئے جس میں چودہ سو صحابہ کرام اور دو سو گھوڑے تھے۔ جو لوگ صلح حدیبیہ میں شامل نہ ہو سکے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دی۔ اس جنگ میں مریضوں کی تیمار داری، زخمیوں کی مرہم پٹی، انہیں پانی پلانے اور دوران جنگ کھانا تیار کرنے وغیرہ کے لئے بیس مسلمان عورتیں بھی لشکر اسلام کے ہمراہ تھیں۔

راستے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا مانگا تو ستو کے سوا کوئی شئی موجود نہ تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے پانی میں بھگو دیا جائے پھر آپ نے اور مسلمانوں نے اسے تناول کیا۔ جب آپ خیبر کی طرف بڑھے تو آپ نے دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کیا اور اس کے اور اس کے رہنے والوں کے شر سے پناہ چاہی۔ آپ کا معمول تھا کہ جب آپ کسی قوم پر حملہ کرتے تو صبح کے وقت حملہ کرتے تھے۔

اگر صبح کے وقت اذان کی آواز آتی تو آپ حملہ روک دیتے تھے۔ اور اگر اذان کی آواز نہ آتی تو آپ فوراً اس پر حملہ کر دیتے تھے جب صبح ہوئی اور وہاں سے اذان کی آواز نہ آئی تو آپؐ اور صحابہؓ سوار ہوئے اور خیبر کے لوگوں کو صبح سویرے کام کے لئے نکلتے ہوئے جا لیا۔ وہ اسوقت ہل اور آلات زراعت کے ساتھ باہر جا رہے تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور لشکر اسلام کو دیکھا تو انہوں نے کہا "محمد اور اس کا لشکر" پھر وہ الٹے بھاگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں بھاگتے دیکھا تو فرمایا اللہ سب سے بڑا ہے "خیبر ہلاک ہو گیا جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے"۔

کامیاب جرنیل:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیبر کے تمام قلعوں کو گھیر لیا اور ایک ایک قلعہ کر کے انہیں فتح کرنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا اسے حضرت علی بن ابی طالب نے فتح کیا اور وہ مسلمانوں پر بہت بھاری تھا حضرت علی کو آشوب چشم کی تکلیف تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "کل ایسے شخص کو جھنڈا دیا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح کرے گا چنانچہ کئی صحابہ کے دلوں میں اس کے لئے شوق پیدا ہوا۔ ان میں سے ہر صحابی یہ چاہتا تھا اس کو یہ اعزاز حاصل ہو آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا اس وقت انہیں آشوب چشم کی تکلیف تھی۔ وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے لئے دعا کی تو وہ اسی وقت تندرست ہو گئے اور اس طرح ہو گئے جیسے گویا کہ انہیں کوئی درد نہ تھا، پھر آپ نے انہیں لشکر کا علم عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا میں ان سے لڑوں تا آنکہ وہ ہماری طرح ہو جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی جگہ انتظار کرو جب تک وہ اتر کر نیچے میدان میں

نہ آ جائیں پھر تو انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں بتانا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے کون کون سے حقوق واجب ہیں۔ اس لئے کہ بخدا اگر تمہاری وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

حضرت علیؓ اور یہودی پہلوان کے مابین مقابلہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب شہر خیبر پر حملہ کے لئے آگے بڑھے تو خیبر کا مشہور پہلوان مرحب رجز پڑھتا نکلا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار کا وار کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار اسے پہلے جا لگی جس نے اسکے سر کو دو ٹکڑے کر دیا وہ دانتوں تک اتر آئی' اس طرح قلعہ فتح ہو گیا۔

تھوڑا عمل اور زیادہ اجر

اہل خیبر میں سے ایک سیاہ حبشی غلام آیا جو اپنے آقا کا ریوڑ چرا رہا تھا جب اس نے اہل خیبر کو دیکھا کہ ان سب نے ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں تو اس نے ان سے پوچھا کہاں کا قصد ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس شخص سے لڑنے جا رہے ہیں جس کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے تو اس کے کان میں پہلی مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پہنچا۔ اس کے بعد وہ اپنے ریوڑ کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا آپ کیا کہتے ہیں اور کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور یہ کہ تو اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرے۔"

غلام نے کہا: اگر میں مومن ہو جاؤں اور اللہ رب العزت کی گواہی دوں۔ مجھے کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اسی حالت پر مر گیا تو تیرے لئے جنت ہے۔ اس پر یہ غلام فوراً" مسلمان ہو گیا' پھر اس نے کہا یا رسول اللہ یہ

ریوڑ میرے پاس امانت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تو انہیں اپنے قبضے سے نکال دے اور انہیں صحرا میں چھوڑ آ اس طرح اللہ تعالیٰ تیری طرف سے امانت ادا فرما دیں گے۔ اس نے ایسے ہی کیا تمام ریوڑ اپنے مالک کے پاس چلا گیا اس سے اس کے آقا نے جان لیا کہ غلام مسلمان ہو گیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ انہیں وعظ کہا اور انہیں جہاد کی ترغیب دلائی۔ جب مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ ہوئی تو مقتولوں میں یہ سیاہ غلام بھی تھا۔ اسے دیکھ کر آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ نے فرمایا اس غلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت عزت دی ہے اور اس کی بھلائی کی طرف رہنمائی کی ہے میں نے اس کے سر کے پاس موٹی موٹی آنکھوں والی دو حوریں دیکھی ہیں، حالانکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔

کیا میں نے اسی لئے اتباع کی تھی

ایک بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آیا، آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اتباع کی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے ساتھ ہجرت کرتا ہوں۔ آپ نے اس کے متعلق اپنے صحابہ کو کچھ ہدایات دیں پھر جب غزوہ خیبر کا موقع آیا تو آپ کو جو مال غنیمت ملا اس میں سے آپ نے اس کو بھی حصہ دیا۔ وہ صحابہ کا ریوڑ چراتا تھا۔ جب وہ شام کو واپس آیا تو اس کا حصہ اسے دے دیا گیا اس نے کہا یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ وہ حصہ ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تجھے دیا ہے وہ اس حصے کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا حصہ ہے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ کیا اسی کے لئے میں نے آپ کی بیعت کی تھی: میں نے تو اس بات پر آپ کی بیعت کی تھی کہ مجھے یہاں تیر لگے گا۔ اور اپنی گردن کی جانب اشارہ کیا اور پھر میں اس سے مر جاؤں گا اور جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ

تعالیٰ تمہارے جذبے کو سچ کرے۔ پھر صحابہ کرامؓ دشمن سے لڑنے کے لئے نکلے تو لڑائی کے بعد اس کی لاش کو آپ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے فرمایا کہ کیا یہ وہی ہے؟ صحابہ نے کہا' ہاں فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ کو سچا جانا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بات کو سچا کر دیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اسے اپنی قمیص میں کفن دیا' پھر اس پر نماز پڑھی اور اس کے لئے جو دعا مانگی' اس میں آپ نے فرمایا:

"اے اللہ تیرا یہ بندہ ہے جو تیرے راستے میں ہجرت کے لئے نکلا اور شہید ہو کر مارا گیا اور میں اس پر گواہ ہوں"

خیبر میں ٹھہرنے کی شرط

اس طرح یکے بعد دیگرے تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح ہو گئے' ایک محاصرے کے بعد دوسرا محاصرہ اور ایک لڑائی کے بعد دوسری لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے صلح کی درخواست کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے انہیں خیبر کا علاقہ اس شرط پر دوبارہ مرحمت فرما دیا کہ وہ اپنے پھل اور غلے میں سے نصف حصہ' جو رسول اللہؐ لینا چاہیں گے' دیں گے۔ آپ ان سے خراج لینے کے لئے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو بھیجا کرتے تھے۔ وہ ان پر اعتماد کرتے تھے اور تمام غلے کو دو حصے کر کے انہیں کہتے تھے جو حصہ چاہو اٹھا لو اور اس سلوک پر وہ کہتے:

"اسی عدل پر آسمان اور زمین قائم ہیں"

ایک یہودی عورت کی سازش

اس غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو زہر دیا گیا۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ زینب بنت حارث ایک یہودی عورت نے' جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو ایک بھنی ہوئی بکری ہدیتہً دی۔ جس میں اس نے زہر ملایا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو کون سا گوشت زیادہ پسند ہے۔ لوگوں نے کہا شانے کا۔ اس نے شانے میں زیادہ زہر ملا دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اس کا گوشت لینا چاہا تو اس شانے نے کہا کہ وہ "مسموم" ہے لہذا آپ نے اس کو اگل دیا۔ اس موقع پر بہت سے یہودی اکٹھے ہو گئے پھر آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو کیا تم سچ بولو گے؟ انہوں نے کہا جی۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اس بکری میں زہر ڈالا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں، آپ نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ اگر تم جھوٹے ہو تو ہمیں تم سے نجات مل جائے گی اور اگر تم نبی ہو تو تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ پھر اس عورت کو آپ کے پاس لایا گیا۔ اس نے کہا: میں نے تمہیں قتل کرنا چاہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی تجھے مجھ پر مسلط کرنے والا نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا: کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، پھر آپ نے اس سے تعرض کیا نہ اس کو سزا دی، لیکن جب اس کے زہر کے اثر سے بشر بن براء بن معرور شہید ہو گئے جنہوں نے اس کے شانے کا گوشت کھالیا تھا تو آپ نے قصاص میں اسے قتل کرا دیا۔

فتوحات اور غنیمت

جب آپ نے خیبر کو مکمل طور پر فتح کر لیا تو آپ فدک گئے اور بعد ازاں وادی قرای میں تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے یہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو انہیں ان کے مال اور ان کی امان مل جائے گی اور ان کا حساب اللہ تعالٰی کے ذمہ ہے۔

اگلے دن یہودیوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا مسلمانوں کو دے دیا۔ اس طرح مسلمانوں کو مال غنیمت میں بہت سا مال بل گیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے صحابہ میں تقسیم کر دیا جبکہ زمین اور کھجوروں کو یہودیوں کے پاس رہنے دیا اور ان کی حکومت برقرار رکھی۔

جب اہل تیماء کو اہل خیبر،فدک اور وادی قرای کے لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح کی خبر پہنچی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کرلی۔ آپ نے انہیں ان کے مال و املاک پر برقرار رکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ واپس آگئے۔

عمرہ قضا

جب اگلا سال ہوا یعنی 7ھ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان مکہ مکرمہ گئے۔ قریش مکہ مسلمانوں کے لئے مکہ مکرمہ کو خالی کر گئے۔ انہوں نے اپنے گھروں کو تالے لگا دیئے اور پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ مسلمان مکہ مکرمہ میں تین دن مقیم رہے اور عمرہ ادا کیا۔ اللہ تعالی کے اس ارشاد مبارک کا یہی مفہوم ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ
لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا
تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ
دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا (۱)

بیشک اللہ تعالی نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقعہ کے ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے امن و امان کے ساتھ کوئی تم میں سر منڈاتا ہو گا اور کوئی بال کتراتا ہو گا تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہو گا۔ سو اللہ تعالی کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس نے اس سے پہلے ایک فتح دے دی

---

(۱) الفتح (۴۸-۲۷)

لڑکی کی پرورش میں مسابقت

اسلام نے لوگوں کی عادتوں اور ان کی عقلوں میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دی اس کا یہ اثر تھا کہ وہ لڑکی جس کے متعلق عربوں کی عادت اسے زندہ درگور کرنے کی تھی لوگوں کے ہاں اتنی محبوب ہو گئی کہ مسلمان اس کی تربیت اور کفالت میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت حمزہ کی بیٹی "امامہ" آپ کے پیچھے پیچھے چلی آئی وہ آواز دے رہی تھی: اے چچا اے چچا ـــــــ حضرت علیؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: تمہارے چچا کی بیٹی کو لے لو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو گود نیں اٹھا لیا اس کے بعد دوسرے دعویدار آ گئے اور اس بچی کو گود میں لینے کے متعلق حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے اس کو لیا ہے، میری چچا زاد بہن ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ یہ میری بھتیجی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں دیا اور فرمایا: "خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ حضرت علیؓ سے کہا "تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں" حضرت جعفر سے فرمایا: تو صورت اور عادت میں میرے مشابہہ ہے اورر زید سے کہا: تو ہمارا بھائی اور ہمارا آزاد کردہ غلام ہے۔

غزوہ موتہ

مسلمانوں کے سفیر کا قتل اور اس کی سزا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حارث بن عمیر الازدی کو حاکم بُصریٰ شرحبیل بن عمرو الغسانی کے پاس بھیجا جو شہنشاہ روم قیصر کا ماتحت تھا اس نے اس کو رسیوں سے باندھ دیا اور پھر قتل کر دیا۔ اس وقت تک بادشاہوں اور رئیسوں کے پاس جانے والے قاصدوں اور سفیروں کے قتل کی عادت نہ تھی اور اس میں قاصدوں اور سفیروں کے لئے بہت بڑا خطرہ اور سفیروں اور سفارت کی توہین تھی لہٰذا ایسے ظالم کو سزا دینا ضروری تھا۔

سلطنت روم میں پہلا مسلم لشکر:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی تو آپ نے "بصریٰ" کی طرف ایک لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا۔ یہ واقعہ جمادی الاول ۸ھ کا ہے چنانچہ ایک لشکر تیار ہو گیا جس کی تعداد تین ہزار افراد تھی۔ آپ نے ان پر زیدؓ بن حارثہ کو قائد بنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس لشکر میں بڑے بڑے مہاجر اور انصاری صحابہ موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: اگر حضرت زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب لوگوں پر امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ جب ان کے جانے کا وقت ہوا تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقرر کردہ امیروں کو رخصت کیا اور ان کو سلام کیا۔ ان کے سامنے ایک بڑا سفر اور کیل کانٹے سے لیس دشمن تھا۔ یہ لشکر یہاں سے روانہ ہو کر معان کے علاقے میں جا اترا۔ یہاں مسلمانوں کو خبر ملی کہ ہرقل بلقاء میں ایک لاکھ رومی فوج کے ہمراہ مقیم ہے اور اسکے ساتھ بہت سے عرب قبائل بھی مل گئے ہیں۔ یہاں لشکر اسلام دو راتیں مقیم رہا تاکہ وہ اپنے معاملے میں مشورہ کر سکیں بعض [illegible] متعلق [illegible]

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھیں اور آپ کو دشمن کی تعداد کے بارے میں بتائیں۔ آپ یا تو ہماری امداد کے لئے مزید فوج بھیجیں گے یا پھر آپ جو حکم دیں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔

ہم لوگوں کے ساتھ تعداد یا اسلحہ کے ساتھ نہیں لڑتے

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے لوگوں کو حمیت دلائی اور کہا کہ اے لوگو: جس کو تم ناپسند کرتے ہو یہ وہی ہے جو تم چاہتے ہوں (یعنی شہادت)' ہم دشمن کے ساتھ اپنی تعداد' اپنی طاقت اور اپنی کثرت کے ساتھ نہیں لڑتے بلکہ ہم تو اس دین کے ساتھ لڑتے ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالی نے ہمیں عزت بخشی ہے پس تم لوگ آگے بڑھو۔ ہمیں دو باتوں میں سے ایک ضرور ملے گی یا کامیابی یا شہادت۔ چنانچہ ان کے مشورے کے مطابق لوگ آگے چل پڑے۔

شہادت کے متمنی لوگوں کی لڑائی اور شیر کا سا حملہ

جب صحابہؓ کی یہ جماعت "تخوم البلقاء" میں پہنچی تو انہیں رومیوں اور عربوں کے ایک جم غفیر نے آن لیا۔ دشمن قریب آگیا اور مسلمان گاؤں کی طرف چلے گئے۔ جسے موتہ کہا جاتا ہے۔ یہیں دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے ساتھ لڑائی شروع کی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور ان کے جسم پر ہر جگہ تیر ہی تیر تھے۔ پھر ان سے یہ علم حضرت جعفر نے لے لیا اور اس کے ساتھ لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ جب لڑائی سخت ہو گئی وہ گھوڑے سے اتر آئے اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں پھر انہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ اس پر انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ تو دشمن نے ان اس کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ انہوں نے اسے اپنے

دانتوں میں پکڑ لیا تاآنکہ وہ شہید ہو گئے اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ مسلمانوں نے ان کے سینے، کندھے اور سامنے والے حصے پر نوے زخم پائے جن میں تلوار اور نیزے کے زخم بھی تھے اور یہ تمام کے تمام زخم سامنے والے حصے میں تھے۔

جب حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے تو علم حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے تھام لیا اور وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے۔ اس وقت ان کے چچا زاد بھائی ان کے پاس ایک ہڈی لیکر آئے جس پر تھوڑا سا گوشت تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے ذرا اپنی کمر مضبوط کرلو۔ اس لئے کہ تمہیں اس جنگ میں جو چوٹیں آئی ہیں وہ واضح نظر آتی ہیں انہوں نے اس ہڈی کو لے لیا اور آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

حضرت خالد کی حکیمانہ قیادت

ان کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت خالدؓ بن ولید کو اپنا امیر بنا لیا۔ انہوں نے جھنڈا لیا اور دشمن کے ساتھ دفاعی جنگ شروع کر دی۔ وہ بڑے بہادر اور شجاع تھے وہ لڑنے کے فن سے خوب واقف تھے۔ وہ اسلامی لشکر کو ساتھ لے کر جنوب کی طرف چلے گئے جبکہ دشمن شمالی طرف ہٹ گیا اور پھر رات ہو گئی اور لوگ واپس آ گئے دونوں فریقوں نے اپنی سلامتی کو غنیمت جانا اور عدم تعرض میں مصلحت دیکھی اور جنگ جاری رہی اور حضرت خالد کی حکمت کی بنا پر رومی گبھرا گئے۔

مشاہدہ خبر سے بہتر ہے

ادھر مسلمان اسی طرح جنگ و جدال میں مصروف تھے، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں لوگوں کو حالات جنگ بتا رہے تھے۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ رواحہ کی موت کی خبر لوگوں

کو دی۔ حالانکہ ابھی محاذ جنگ سے کوئی اطلاع نہ آئی تھی۔ آپ نے فرمایا اب حضرت زیدؓ نے جھنڈا لے لیا۔ اب وہ شہید ہو گئے پھر ان سے حضرت جعفرؓ نے جھنڈا لے لیا۔ وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ان سے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے جھنڈا لے لیا اور اب وہ بھی شہید ہو گئے اس وقت آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں یہاں تک کہ جھنڈا اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لے لیا تاآنکہ اللہ نے انہیں فتح دے دی۔

طیار -- دو پروں والے

آپ نے حضرت جعفرؓ کے متعلق فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں ہاتھوں کے بدلے انہیں دو پر عطا فرما دیئے ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اسی لئے ان کا لقب **جعفر الطیار و ذوالجناحین** ہے۔

پلٹ کر حملہ کرنے والے ---- نہ کہ میدان سے بھاگنے والے

جب یہ لشکر مدینہ منورہ کے قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا' مگر کچھ لوگ لشکر اسلام پر مٹی ڈالنے لگے اور کہنے لگے تم اللہ کے راستے سے بھاگ کر آئے ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھگوڑے نہیں ہو بلکہ انشاء اللہ پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔

فتح مکہ

فتح مکہ کی تمہید:

جب اللہ تعالیٰ کا حکم اپنے دین اور بندوں کے متعلق مکمل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کا رسول اور مسلمان مکہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوں اور کعبہ معلیٰ کو بتوں سے پاک و صاف کریں تاکہ وہ مبارک اور تمام جہان والوں کے لئے ہدایت ہو اور وہ مکہ مکرمہ کو اس کی سابقہ حالت پر بحال کریں نیز وہ لوگوں کے رجوع اور امن کی جگہ ہو۔

بنو بکر اور قریش مکہ کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزی

اس فتح کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود اسباب پیدا فرما دیئے اور قریش کو اس کے لئے تیار کر دیا۔ صلح حدیبیہ میں یہ طے پایا تھا کہ جو قبیلہ چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے اس معاہدے میں شامل ہو جائے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی قبیلہ قریش مکہ کی طرف سے معاہدے میں شرکت کرنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، چنانچہ بنو بکر قریش مکہ کی طرف سے اور بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے اس معاہدے میں شامل ہو گئے۔

بنو بکر اور بنو خزاعہ میں قدیم زمانے سے دشمنی اور عداوت چلی آتی تھی، لیکن جب اسلام آیا تو ان کے مابین یہ سلسلہ رک گیا اور تمام قبیلے مسلمانوں کے خلاف مشغول ہو گئے، لیکن جب دونوں میں صلح ہو گئی تو بنو بکر نے چاہا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے اور بنو خزاعہ سے پرانا بدلہ چکا لے۔ اس طرح بنو بکر کے لوگوں نے بنو خزاعہ پر اس وقت حملہ کر دیا جب وہ لوگ اپنے چشمے پر مقیم تھے۔ ان میں سے کئی لوگوں کو انہوں نے قتل کر دیا اور بہت سوں کو زخمی کر دیا۔

قریش مکہ نے اپنے حلیف قبیلے بنو بکر کی اسلحہ سے مدد کی اور بہت سے قریشی روساء رات کو چھپ کر ان کے ساتھ مل کر بنو خزاعہ سے لڑے یہاں تک کہ جب بنو خزاعہ نے حرم میں پناہ لی تو بنو بکر نے اپنے لوگوں کو کہا بیشک ہم حرم میں داخل ہو گئے ہیں' خدا کا خوف کرو لیکن انہوں نے کہا آج کوئی خدا نہیں ہے اے بنو بکر: اپنا انتقام لو' آج کے بعد تمہیں یہ موقعہ نہ ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے طلب اعانت

ان حالات میں عمرو بن سالم الخزاعی وہاں سے چل کر مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پاس آیا اس نے کئی اشعار پڑھے جس میں اس نے اس معاہدہ کا حوالہ دیا جو ان کے اور بنو خزاعہ کے درمیان تھا اور آپ سے مدد کی درخواست کی اور آپ کو بتایا کہ قریش مکہ نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے اور اپنے پختہ معاہدے کو توڑ دیا ہے اور یہ کہ انہوں نے ان کے چشمہ پر جا کر شب خون مارا ہے اور انہیں حالت رکوع اور حالت سجدہ میں قتل کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا: اے عمرو بن سالم تیری مدد کی جائے گی۔

قریش مکہ کی تجدید عہد کی کوشش

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پاس یہ خبر پہنچی تو آپ نے لوگوں سے کہا: تم اب ابو سفیان کو آیا سمجھو جو اس عہدہ کو پختہ بنانا اور مدت میں اضافہ کرنا چاہے گا' چنانچہ حالات اسی طرح رہے اور قریش کو اپنے فعل پر سخت خوف محسوس ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو اپنے والدین اور بیٹوں پر ترجیح دینا

ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پاس آیا اور اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے گھر میں داخل ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بیوی

تھیں۔ اس نے جب اس بستر پر بیٹھنا چاہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بچھا ہوا تھا، تو انہوں نے اسے لپیٹ دیا اس نے کہا۔

اے میری بیٹی! مجھے علم نہیں کہ تو نے اس بستر کو اکٹھا کر کے مجھے اس بستر پر ترجیح دی ہے یا اس بستر کو مجھ پر۔

انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے اور تو مشرک اور ناپاک ہے اور میں نہیں چاہتی کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بستر پر بیٹھے۔ اس نے کہا:

بخدا اے میری بیٹی! میرے بعد تجھے برائی نے آن لیا ہے۔

ابو سفیان کی حیرت اور اس کا خوف

ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے اس مسئلے میں آپ سے گفتگو کی مگر آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا پھر وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گیا اور اس نے ان سے اس مسئلے میں گفتگو کی اور کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کریں لیکن انہوں نے کہا کہ میں اس مسئلے میں آپ سے ہرگز بات نہ کروں گا۔ بعد ازاں وہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس گیا لیکن ان تمام لوگوں نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اب معاملہ بڑھ گیا ہے اور وہ اس مسئلہ میں مداخلت سے قاصر ہیں۔

مکہ پر حملے کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ آپ نے اس کے لئے اخفا سے مدد لی پھر لوگوں کو پتا چل گیا کہ آپ مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے والے ہیں اور آپ نے انہیں خوب تیاری اور اہتمام کرنے کا حکم دیا اور کہا اے اللہ قریش مکہ کے پاس ہر قسم کے جاسوس ہیں، تو ان کی خبروں کو روک دے۔ تاکہ ہم ان کو اچانک جا لیں۔" بعد ازاں آپ

رمضان المبارک ۸ھ میں دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ پر حملہ کے لئے بڑھے اور آپ نے جا کر مرالظھران میں پڑاؤ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کو تمام قسم کی خبروں سے اندھا کئے رکھا لیکن وہ اندر سے ڈرے ہوئے اور خوف زدہ تھے۔

ظالم کو معاف کر دینا

راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، آپ کا چچا زاد ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ملا۔ تو آپ نے اس سے اعراض کیا۔ اس لئے کہ آپ کو اس سے سخت قسم کی اذیت اور ہجو پہنچی تھی۔ اس نے اس بات کی حضرت علیؓ سے شکایت کی۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ تم آپ کے سامنے سے آؤ اور آپ سے وہی کہو جو برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی یوسف سے کہا تھا:

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ (۱)

اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر فوقیت دی ہے اور بیشک ہم ہی خطا والے ہیں

اس لئے کہ آپ اس بات پر کبھی بھی آمادہ نہ ہوں گے کہ کوئی شخص قول میں آپ سے بڑھ کر ہو۔ اس نے یہی کیا تو آپ نے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ (تم پر آج کوئی پکڑ نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) اور اس کے بعد انہوں نے عمدہ اسلام کا مظاہرہ کیا اور مسلمان ہو جانے کے بعد فرط حیا سے آپ کے سامنے کبھی اپنا چہرہ نہیں اٹھایا۔

۱۔ یوسف (۱۲ / ۹۱)

ابو سفیان ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روبرو:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لشکر کو آگ جلانے کا حکم دیا چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ ابو سفیان معاملے کی تحقیق کے لئے آگے آیا' وہ اس وقت کہہ رہا تھا کہ میں نے آج تک اتنی بڑی آگ اور اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا۔ اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اس سے قبل اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مسلمان اور مہاجر بن کر نکل آئے تھے۔ وہ اس وقت لشکر اسلام میں تھے۔ انہوں نے ابو سفیان کی آواز پہچان لی اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کے ساتھ آئے ہیں۔ ہائے قریش کی بربادی! انہوں نے اسے اپنے خچر کے پیچھے بٹھالیا۔ اس خوف سے کہ انہیں مسلمان پکڑ کر قتل نہ کردیں اور پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس لائے۔

جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا تیرا ناس ہو اے ابو سفیان کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے؟ اس نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان آپ کتنے بردبار' کتنے کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں بخدا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو وہ مجھے اب تک ضرور فائدہ دیتا۔

آپ نے فرمایا اے ابو سفیان تیرا ناس ہو' کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تجھے علم ہو تا کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان' آپ کس قدر برد بار' کس قدر اکرام کرنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے تو اسکے متعلق میرے دل میں ابھی کچھ ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا: تیرا ناس ہو تو مسلمان ہو جا اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کو سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالٰی کے رسول ہیں۔ قبل اس کے کہ تیری گردن مار دی جائے اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے حق کی شہادت دی۔

عام معافی اور وسیع امن

آپ نے عام معافی اور امن کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ ماسوا اس شخص کے جو اپنی سلامتی نہ چاہتا ہو اور زندگی سے تنگ آیا ہوا ہو کوئی شخص ان میں سے ہلاک نہ ہوا۔ آپ نے اعلان کرا دیا

"جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں ہو گا۔ جو شخص مسجد حرام میں ہو گا وہ امن میں ہو گا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے لشکر کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کسی بھی انسان پر اسلحہ اٹھانے سے منع کر دیا' ماسوا اس شخص کے جو مسلمانوں کا راستہ روکے اور ان سے لڑے۔ آپ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ قریش مکہ کے اموال اور ان کی مملوکات سے تعرض نہ کیا جائے اور ان سے ہاتھ روک کے رکھے جائیں۔

ابو سفیان لشکر فتح کے روبرو

آپ نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کو کہا ابو سفیانؓ کو ایسی جگہ بٹھا دیا جائے جہاں سے مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر گزرے گا۔

تمام قبیلے اپنے اپنے جھنڈے تلے جا رہے تھے۔ جب کوئی قبیلہ گزرتا تو ابو سفیانؓ حضرت عباسؓ سے اس کے متعلق پوچھتا اور پھر کہتا میرے اور بنو فلاں میں کیا مقابلہ۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سبز رنگ کے لشکر میں گزرے جس میں مہاجرین اور انصار دونوں قبیلوں کے لوگ تھے۔ اس لشکر میں اسلحہ کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا اس نے کہا سبحان اللہ! عباسؓ یہ کون لوگ ہیں' حضرت عباسؓ نے جواب دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مہاجرینؓ اور انصار کے ساتھ ہیں۔ انہیں دیکھ کر ابو سفیان نے کہا: ان لوگوں کے ساتھ مقابلے کی کسی کو ہمت نہیں ہو سکتی۔ بخدا ابو الفضل تمہارے بھتیجے کی حکومت بہت بڑی ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا اے

ابو سفیان یہ نبوت ہے اس نے کہا ہاں یہ درست ہے۔

ابو سفیان نے مکہ میں جا کر با آواز بلند پکارا اے جماعت قریش یہ محمد ہیں جو تم پر ایسے لشکر کے ساتھ آئے ہیں جس سے مقابلے کی کسی کو کوئی ہمت و طاقت نہیں ہے۔ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو گا۔ وہ امن میں ہو جائے گا۔ لوگوں نے کہا: اللہ تجھے ہلاک کرے' تیرا گھر ہمارے لئے کافی نہ ہو گا۔ اس نے کہا جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے گا وہ امن میں ہو گا' جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں ہو گا' یہ سن کر تمام لوگ گھروں میں اور مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔

اللہ سے ڈرنے والے متواضع کا داخلہ نہ کہ متکبر فاتح کا داخلہ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اسوقت آپ اللہ تعالٰی کے سامنے اظہار تواضع کے لئے اپنا سر جھکائے ہوئے تھے جب آپ نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو فتح مکہ کے ساتھ عزت بخشی ہے' یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ کا سر کجاوے کو چھو جائے۔ داخلے کے وقت آپ سورہ فتح پڑھ رہے تھے۔

آپ نے مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے عدل و مساوات اور تواضع و خشوع کی تمام روایات کو برقرار رکھا۔ آپ نے اپنی سواری پر اپنے پیچھے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو بٹھایا ہوا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کے بیٹے تھے' آپ نے بنو ہاشم اور قریش مکہ میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ نہ بٹھایا حالانکہ ان کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔

یہ واقعہ ۲۰ رمضان المبارک بروز جمعہ ۸ھ میں پیش آیا۔

ایک شخص فتح مکہ کے دن آپ سے گفتگو کے لئے آیا تو اس پر آپ کا رعب پڑ گیا تو آپ نے فرمایا کہ خود کو نرم رکھو' اس لئے کہ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔

موقع رحمت نہ کہ موقع سختی

جب حضرت سعد بن عبادہ انصار کے لشکر کے ہمراہ ابو سفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا آج سخت لڑائی کا دن ہے آج ہم حرمت کو پامال کریں گے آج اللہ نے قریش کو ذلیل کر دیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے سامنے آئے تو انہوں نے آپ سے اس بات کی شکایت کی اور کہا یا رسول اللہ آپ نے نہیں سنا کہ سعد نے کیا کہا ہے اور پھر انہوں نے ان کی بات دہرائی۔ آپ کو سعدؓ بن معاذ کی بات ناگوار گزری آپ نے فرمایا بلکہ آج کا دن تو نرمی کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ آج کے دن قریش کو عزت دے گا اور اس میں کعبہ کی عظمت بڑھائے گا اور پھر حضرت سعدؓ کے پاس پیغام بھیجا اور ان سے جھنڈا لیکر ان کے صاحبزادے قیس کو دے دیا۔ سعد نے یہ دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی کہ آپ نے یہ جھنڈا سے لے کر ان کے صاحبزادے کو دے دیا۔

چھوٹی موٹی جھڑپیں

صفوان بن امیہ، عکرمہ ابی جہل سہیل بن عمرو اور حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھیوں کے مابین چھوٹی سی جھڑپ ہوئی جس میں مشرکوں میں سے بارہ افراد مارے گئے اور پھر وہ شکست کھا کر بھاگ گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کو تاکید کی تھی کہ وہ کسی بھی شخص کے ساتھ نہ لڑیں۔ ماسوا اس شخص کے جو ان سے لڑے۔

حرم مبارک کی بتوں اور مورتیوں سے تطہیر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سواری سے اتر گئے اور لوگ مطمئن ہو گئے تو آپ بیت اللہ شریف کے پاس آئے اور اس کا طواف کیا۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک تیر کمان تھی۔ بیت اللہ شریف کے آس پاس اور اس کے اندر تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ ان کو تیر کمان کے ساتھ مارنے اور گرانے لگے اس وقت آپ یہ کہتے جاتے تھے "حق آگیا اور

باطل چلا گیا' بیشک باطل زائل ہونے والا ہے ـــــ حق آگیا اور وہی ہر کام کی ابتداء کرتا ہے اور لوٹاتا ہے اور تمام بت منہ کے بل گر رہے تھے۔ آپ نے کعبہ میں موجود مورتیوں اور تصاویر کو توڑ دیا۔

آج کا دن نیکی اور تکمیل عہد کا دن ہے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا طواف پورا کرلیا تو آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا اور ان سے کعبہ کی چابی لی اور دروازہ کھول کر اس میں داخل ہو گئے' آپ نے اس سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے ایک دن قبل چابی طلب کی تھی مگر اس نے سخت جواب دیا تھا اور اسکے جواب میں آپ نے بردباری کا مظاہرہ کیا تھا اور آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اے عثمان شاید تو ایک دن یہ چابی میرے پاس دیکھے اور اسے میں جسے چاہوں دوں گا۔ اس نے کہا شاید اس دن سارے قریشی مرجائیں اور ذلیل ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس دن ان کی عزت بڑھے گی اور وہ زندہ ہوں گے۔ اس دن عثمان کو اپنی سابقہ بات یاد آگئی اور اس نے سمجھ لیا کہ آج آپ جس کو چاہیں گے چابی دے دیں گے۔

جب آپ کعبہ سے نکلے تو حضرت علیؓ بن ابی طالب کھڑے ہو گئے اور کعبہ کی چابی آپ کے پاس تھی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ہمارے خاندان کے لئے حجابہ کے ساتھ۔ یہ بھی جمع کر دیں۔ آپ نے فرمایا عثمان بن طلحہ کہاں ہیں۔ انہیں بلایا گیا آپ نے فرمایا اے عثمان کعبہ کی چابی لے لو' آج کا دن نیکی اور وفا کا دن ہے تم اس چابی کو ہمیشہ کے لئے اپنے پاس رکھو تم سے ظالم کے سوا کوئی شخص نہ چھینے گا۔

اسلام توحید اور وحدانیت کا دین ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کا دروازہ کھولا۔ اس وقت قریش صف در صف وہاں جمع تھے اور اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ

ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ آپ نے کعبہ کے دونوں پٹ پکڑے وہ اس کے نیچے تھے آپ نے کہا:

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی

پھر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ' تمام مفاخر اور مال یا خون میرے ان دو قدموں کے نیچے ہے بجز بیت اللہ کے سدانہ اور حاجیوں کے سقایہ کے۔

اے جماعت قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلیت کی نخوت ختم کر دی ہے اور بزرگوں کے ذریعے اظہار تفاخر روک دیا ہے۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی "اے لوگو تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے لئے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو' بیشک تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا' خبر رکھنے والا ہے"

نبی محبت اور رسول رحمت

پھر آپ نے قریش مکہ سے پوچھا اے گروہ قریش تمہیں پتہ ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں انہوں نے کہا: ہاں بھلائی کا۔ اس لئے کہ آپ مہربان بھائی اور مہربان بھتیجے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا آج کے دن تمہارا کوئی مواخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کے اوپر چڑھ کر اذان دے۔ اس وقت اشراف و روسائے قریش اللہ تعالیٰ کے نام کی سربلندی ہوتی دیکھ اور سن رہے تھے اور مکہ ان کی آواز سے

گونج رہا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ام ھانی کے گھر گئے۔ غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ یہ فتح مکہ کا شکرانہ تھا۔

اللہ کے حدود کے نفاذ میں کوئی تمیز نہیں

اس غزوے میں بنو مخزوم کی ایک عورت نے جس کا نام فاطمہ تھا چوری کی۔ اس کی قوم نے گھبرا کر حضرت اسامہؓ سے سفارش چاہی۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاں ان کا ایک مقام تھا لیکن جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سفارش کی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہا: کیا تو اللہ تعالیٰ کی حدود کے متعلق مجھ سے سفارش کرتے ہو حضرت اسامہؓ نے کہا: یا رسول اللہ مجھے معاف کر دیجئے۔

جب نماز عشاء کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا: پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد کی۔ پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف اس لئے ہلاک ہوئے کیونکہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور شخص ان میں چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا لیکن اس کے بعد اس نے سچی اور عمدہ توبہ کی۔

اسلام پر بیعت

اس موقع پر مکہ مکرمہ میں بہت سے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام کے لئے اکٹھے ہو گئے آپ ان کے ساتھ کوہ صفا پر چلے گئے اور لوگوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے سمع و طاعت پر بیعت کی جہاں تک ان سے ہو سکے گا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مردوں کی بیعت سے فارغ ہوگئے تو آپ نے عورتوں سے بیعت لینا شروع کر دیا۔ ان میں ھند بنت عتبہ زوجہ ابی سفیان بھی تھی جو نقاب پہنے ہوئے تھی اور پہچانی نہ جاتی تھی۔ اس لئے کہ اس نے حضرت حمزہ کی لاش جو حرمتی کی تھی وہ معروف تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کے کلام سے اسے شناخت کر لیا۔ پھر وہ مسلمان ہوئی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہے

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر مکہ مکرمہ فتح کر دیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مولد، وطن اور مسکن تھا تو انصار نے آپس میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مولد و مسکن کو آپ کے لئے فتح کر دیا ہے لہٰذا آپ مدینہ منورہ کی طرف واپس نہ جائیں گے۔ آپ کو پتہ چلا تو آپ نے انصار سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے پہلے تو اس کے بتانے سے حیا کی اور پھر اس کا اقرار کر لیا۔ آپ نے فرمایا اللہ کی پناہ اب میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہے۔

جاہلی آثار اور ــــــ بت پرستی کے شعائر کا خاتمہ

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قبائلی بتوں کو گرانے کے لئے مختلف دستے بھیجے جو کعبہ کے آس پاس تھے۔ ان صحابہؓ نے تمام بتوں کو توڑ دیا۔ ان میں لات و عزای اور منات بھی تھے، مکہ مکرمہ میں ایک شخص نے آپ کی طرف سے یہ اعلان کیا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں کوئی بت توڑے بغیر نہ رہنے دے پھر آپ۔ نے مختلف قبائل کے پاس

صحابہ کو بھیجا انہوں نے تمام بت توڑ دیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور قیامت تک مکہ مکرمہ کی حرمت کا اعلان کیا اور فرمایا:

نہیں حلال ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالٰی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کہ وہ اس میں خون بہائے یا اس میں کسی درخت کو کاٹے۔ یہ شہر مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا بعد ازاں آپ لوٹ کر مدینہ منورہ چلے گئے۔

فتح مکہ کا اثر

مکہ مکرمہ کی فتح کا اہل عرب کے نفوس پر گہرا اثر پڑا۔ اللہ تعالٰی نے ان میں سے بہت سے لوگوں کے دل اسلام کے لئے کھول دیئے اور وہ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اللہ تعالٰی نے سچ کہا ہے

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا

جب آپ دیکھیں کہ اللہ کی مدد اور فتح آ گئی اور آپ دیکھیں کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں

غزوہ حنین

جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگے تو عربوں نے ان کے ترکش میں جو آخری تیر تھا وہ اسلام اور مسلمانوں پر چلا دیا۔

قریش مکہ کے بعد ھوازن عربوں کی ایک بہت بڑی طاقت تھے اور ان میں اور قریش مکہ میں معاصرانہ چشمک تھی اس لئے قریش مکہ کے مطیع ہو جانے کے باوجود وہ اسلام کے مطیع نہیں ہوئے۔

مالک بن عوف، سردار ھوازن نے اپنے لوگوں کو جمع کر کے مسلمانوں

کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس کے ساتھ بنو ھوازن کے علاوہ تمام بنو ثقیف بھی جمع ہو گئے تھے' انہوں نے باہمی اتفاق کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی طرف بڑھنا شروع کر دیا اور اس خیال سے کہ لوگوں میں مدافعت اور لڑائی کا جذبہ پیدا ہو انہوں نے اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مکہ سے نکلے تو آپ کے ساتھ دو ہزار مکی نو مسلم بھی تھے نیز کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور دس ہزار وہ صحابہ تھے جو مدینہ منورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ آئے تھے' لہٰذا اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی جو اس سے قبل کسی غزوے میں نہ تھی چنانچہ بعض لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ آج ہم اپنی کثرت کی بنا پر مغلوب نہ ہوں گے اور لوگوں کو اپنی کثرت پر اعتماد پیدا ہو گیا۔

وادی حنین میں

مسلمانوں کا ان کے ساتھ وادی حنین میں آمنا سامنا ہوا اس دن 10 شوال 8ھ تھی۔ مسلمان صبح کے اندھیرے میں نیچے اتر رہے تھے اور بنو ھوازن مسلمانوں سے قبل اس وادی میں پہنچ چکے تھے اور مختلف گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تھے۔ مسلمان جیسے ہی ان کے سامنے پہنچے انہوں نے ان پر تیروں کی بارش کر دی اور تلواریں سونت لیں اور متحد ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ یہ لوگ اچھے تیر انداز تھے۔

اس حملے سے مسلمان منتشر ہو کر پیچھے کو بھاگے۔ لوگوں کو ایک دوسرے کا کوئی ہوش نہ تھا۔ اس طرح یہ حالت اتنی خطرناک تھی کہ ممکن تھا کہ مسلمان شکست سے دوچار ہو جاتے' کیونکہ کوئی شخص بھی اس دن میدان میں کھڑا نہ رہا۔ اس دن کی یہ حالت غزوہ احد کی حالت کے مشابہہ تھی' جب مسلمان اس افواہ کی بنا پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم شہید کر دیئے

گئے ہیں میدان جنگ سے بھاگ اٹھے تھے۔

فتح اور نزول سکینہ

جب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق مسلمانوں کو تنبیہہ ہو گئی، جنہیں اپنی کثرت پر ناز تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح کی مٹھاس کے بعد ہزیمت کی تلخی کا مزہ چکھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دوبارہ کفار پر غلبہ عطا کر دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور مسلمانوں پر اپنی سکینہ نازل فرمائی۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے سفید خچر پر جم کر بلا کسی خوف اور ڈر کے اپنی جگہ کھڑے رہے۔ آپ کے ہمراہ گنتی کے مہاجر اور انصار تھے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب آپ کے خچر کی باگ پکڑ کر کھڑے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس وقت فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب — میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

اور جب مسلمانوں کا مشرکین کے لشکر کے ساتھ آمنا سامنا ہوا تو آپ نے ایک ہاتھ میں مٹی لی اور اسے دور سے دشمنوں کی آنکھوں میں ڈال دیا۔ جس سے دشمنوں کی آنکھیں بھر گئیں اور جب آپ نے لوگوں کو اپنے حال میں مگن دیکھا تو آپ نے فرمایا اے عباسؓ آواز دو اے گروہ انصار ---- اے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! ادھر آؤ انہوں نے آواز سن کر کہا ہم حاضر ہیں۔ حضرت عباسؓ اونچی آواز والے صحابی تھے۔ جس شخص کو یہ آواز پہنچتی تھی وہ اپنے اونٹ سے نیچے اتر آتا تھا اور اپنی تلوار اور اپنی ڈھال پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس ایک جماعت اکٹھی ہو گئی تو آپ نے دشمن کی طرف پیش قدمی کی اور پھر صحابہؓ خوب جم کر لڑے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو گئے۔

اس موقع پر صحابہؓ نے خوب بہادری دکھائی یہاں تک کہ جب بھاگنے والے لوگ واپس آئے تو انہوں نے قیدیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پابہ بجولاں پایا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے اپنی مدد نازل فرمائی۔ جن سے پوری وادی بھر گئی تھی۔ الغرض بنو ہوازن کی شکست مکمل ہو گئی اسی ارشاد باری کا یہی مفہوم ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ○ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (۱)

تم کو خدا تعالیٰ نے لڑائی کے بہت سے موقعوں پر (کفار پر) غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت کی بنا پر غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے لئے کچھ کار آمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر آخر تم پیٹھ دیکر بھاگ کھڑے ہوئے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے قلب پر اور دوسرے مومنین کے قلوب پر اپنی طرف سے تسلی نازل فرمائی اور مدد کے لئے ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور کافروں کی دنیا میں یہی سزا ہے

ا۔ التوبہ (۹/ ۲۶)

غزوہ طائف

بنو ثقیف کی شکست

بنو ثقیف کے شکست یافتہ لوگ طائف میں آئے اور آکر اپنے شہر کے دروازے بند کر لئے ایک سال کی ضروریات اپنے قلعے میں اکٹھی کر لیں اور جنگ کی مکمل طور پر تیاری کر لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے روانہ ہو کر طائف کے قریب آکر قیام پذیر ہو گئے اور اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ اس وقت مسلمانوں کا لشکر طائف کی دیوار کے قریب تھا، لیکن مسلمان اپنی تمام کوشش کے باوجود قلعہ طائف میں داخل نہ ہو سکے، اس لئے کہ انہوں نے قلعہ کے دروازے بند کر رکھے تھے۔ **بنو ثقیف** نے مسلمانوں پر سخت تیر اندازی کی جیسے گویا ٹڈی دل ہو، یہ لوگ بہت اچھے تیر انداز تھے۔

طائف کا محاصرہ

مسلمانوں کا لشکر وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو گیا اور بیس سے زیادہ راتوں تک طائف کا محاصرہ جاری رکھا اور ان کے ساتھ سخت جنگ کی۔ انہوں نے بھی شدید تیر اندازی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ میں منجنیق کا پہلی مرتبہ استعمال کیا۔ محاصرہ سخت کر دیا گیا اور کئی مسلمان دشمن کی تیر اندازی سے شہید ہو گئے۔

میدان جنگ میں رحمت کا مظاہرہ

جب محاصرہ سخت ہو گیا اور لڑائی طویل ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو ثقیف کی انگوروں کی بیلیں کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ لوگ وسیلہ معاش کے طور پر انہی پر انحصار رکھتے تھے، جب لوگ ان کو کاٹنے لگ گئے تو کچھ لوگوں نے آپ سے انہیں اللہ تعالیٰ اور محض رحم دلی کے لئے

چھوڑنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمدلی کے طور پر انہیں چھوڑ رہا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے منادی نے اعلان کیا کہ اے لوگو! جو شخص قلعے سے اتر آئے گا اور ہمارے پاس آ جائے گا تو وہ آزاد ہو گا۔ یہ اعلان سنتے ہی بارہ افراد باہر نکل آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو ابھی طائف کی فتح کی اجازت نہیں ملی تھی' لہٰذا آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں واپسی کا اعلان کر دیں۔ لوگوں کو یہ اعلان عجیب محسوس ہوا اور کہنے لگے کیا ہم چلے جائیں گے؟ حالانکہ ابھی طائف فتح نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ٹھیک ہے کل پھر لڑائی کر کے دیکھ لو' چنانچہ اگلے روز پھر لڑائی ہوئی جس میں بہت سے مسلمانوں کو زخم آئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا: ہم کل یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں۔ یہ اعلان سن کر تمام لوگ خوش ہو گئے۔

محاصرے کا اختتام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو چونکہ ابھی فتح طائف کی اجازت نہیں ملی تھی اور اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ یہ لوگ اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہوں' لہٰذا آپ نے لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔

حنین کے قیدی اور مال غنیمت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم جِعِرَّانہ کے مقام پر صحابہ کرام کے ہمراہ فروکش ہوئے اور آپ نے بارہ دنوں تک بنو ھوازن کے آنے کا انتظار کیا جب وہ نہ آئے تو آپ نے لوگوں میں مال غنیمت تقسیم کر دیا اور سب سے پہلے تالیف قلوب کے لئے نو مسلموں کو عطا کیا۔

بنو ھوازن کے قیدیوں کی واپسی

اس کے بعد بنو ھوازن کا چودہ افراد پر مشتمل ایک وفد پہنچا اور انہوں

نے درخواست کی کہ آپ ان کے قیدی اور ان کے مال واپس کر کے ان پر احسان کریں۔ آپ نے فرمایا میرے ہمراہ جو لوگ ہیں انہیں تم دیکھ رہے ہو اور مجھے سچی بات پسند ہے۔ تم بتاؤ کہ تمہیں تمہارے بیٹے اور تمہاری عورتیں زیادہ محبوب ہیں یا تمہارے مال۔ انہوں نے کہا ہم بیٹوں اور اپنی عورتوں سے کسی شے کو بڑا نہیں سمجھتے۔ آپ نے فرمایا جب میں فجر کی نماز پڑھا چکوں تو تم کھڑے ہو جانا اور کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلمانوں کے پاس اور مسلمانوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سفارش چاہتے ہیں کہ ہمارے قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر پڑھا چکے تو وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے حسب قرار داد اعلان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو قیدی میرے اور بنو عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ میں نے تمہیں دے دیئے اور میں عنقریب تمہارے متعلق لوگوں سے سوال کروں گا۔ مہاجرین اور انصار نے کہا جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔

صرف تین قبیلوں یعنی بنو تمیم، بنو فزارہ اور بنو سلیم نے اپنے قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار کیا آپ نے فرمایا یہ لوگ اب مسلمان ہو کر آئے ہیں اور میں نے ان کا کئی دن انتظار کیا اور میں نے ان کو اختیار دیا تھا، لیکن انہوں نے اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کو ترجیح دی، لہذا جس کے پاس ان قیدیوں میں سے کوئی ہو اور اس کا نفس خوشی سے انہیں واپس کرنے کی اجازت دے تو بہت اچھا۔ اور جو شخص اپنا حق روکنا چاہے تو اس سے قیدی لیکر ان کو لوٹا دیئے جائیں اور ہمیں جو پہلا مال فے ملے گا اس میں اسے ایک کے بدلے چھ حصے ملیں گے۔

اس پر تمام لوگوں نے کہا ہم نے خوشی سے اپنا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چھوڑا۔ آپ نے فرمایا میں خوش اور غیر رضا مند لوگوں کو تم میں سے نہیں جانتا۔ پس تم اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ یہاں تک کہ

تمہارے سردار تمہارا معاملہ ہم تک پہنچائیں۔ اس طرح ان کی عورتیں اور ان کے بیٹے انہیں واپس کر دیئے گئے اور ایک بھی قیدی پیچھے نہ رہا اور آپ نے تمام قیدیوں کو ایک ایک باریک مصری کپڑ خطیبہ بطور تحفہ دیا۔

نرمی اور کرم

مسلمانوں کے پاس جو قیدی لائے گئے تھے ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ کی بیٹی حضرت شیماء بھی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں۔ لوگ لاعلمی میں انہیں پکڑ کر بازار میں لے جا رہے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں سے کہا بخدا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں تمہارے پیغمبر کی رضاعی بہن ہوں۔ لیکن لوگوں نے ان کی بات کو اس وقت تک سچ نہ جانا' جب تک انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس نہ لے آئے۔

جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ' میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ تیرے پاس اس کی کیا نشانی ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے بچپن میں میری کمر پر' جب میں آپ کو اٹھائے ہوئے تھی' دانتوں سے کاٹ دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس علامت کو شناخت کر لیا اور اپنی چادر اتار کر نیچے بچھا دی اور انہیں اس پر بٹھایا اور پھر فرمایا اگر تو چاہے تو میرے پاس محبت و احترام کے ساتھ رہ اور اگر تو چاہے تو میں تمہیں سامان دے کر تمہاری قوم کے پاس بھیج دوں۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ آپ میرا سامان تیار کر کے مجھے واپس اپنی قوم کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں سامان دے کر عزت و احترام سے ان کی قوم کے پاس بھیج دیا اور وہ اسلام لے آئیں۔ آپ نے انہیں تین غلام' ایک باندی اور بہت سا ریوڑ اور بکریاں دیں۔

خوشی سے نہ مجبوری سے

جب مسلمان طائف سے کوچ کر گئے اور واپسی کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ کہو: ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اس کی حمد کرنے والے ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ بنو ثقیف کے خلاف بد دعا کریں آپ نے فرمایا اے اللہ بنو ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لے کر آ۔

چنانچہ عروہؓ بن مسعود ثقفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے قبل آ ملے اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر وہ اپنی قوم کو دعوت اسلام دینے کے لئے واپس چلے گئے۔ ان کا ان کی قوم کے ہاں بڑا رتبہ تھا لیکن جب انہوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اپنا اسلام ان پر ظاہر کیا تو انہوں نے ان پر تیر برسا کر انہیں شہید کر دیا۔

بنو ثقیف ان کے قتل کے بعد ایک مہینہ وہیں رہے۔ پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ انہیں آس پاس کے عربوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے لہٰذا انہوں نے بیعت اسلام کر کے اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا ایک وفد بھیج دیا۔

بت پرستی کے ساتھ کوئی نرمی نہیں

یہ لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو ان کے لئے مسجد کے ایک کنارے پر ایک خیمہ لگایا گیا۔ یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کے لات کو کچھ نہ کہا جائے اور اسے تین سال تک نہ توڑا جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اس کے بعد انہوں نے پھر ایک سال تک نہ گرانے کی درخواست کی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی انکار کیا یہاں تک کہ انہوں نے یہاں آنے کے ایک مہینہ بعد تک نہ گرائے جانے کی درخواست کی تو آپ

نے اس سے بھی انکار کیا پھر آپ نے ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو اس کو گرانے کے لئے جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا کہ انہیں نماز معاف کردی جائے آپ نے فرمایا اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہ ہو۔ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئے اور اپنے گھروں کو واپس جانے لگے تو آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور مغیرہؓ بن شعبہ کو بھیجا۔ حضرت مغیرہؓ نے اس کو گرا دیا اس طرح بنو ثقیف میں اسلام پھیل گیا۔ یہاں تک کہ ان کا آخری فرد بھی مسلمان ہو گیا۔

غزہ تبوک

اہل عرب رومیوں سے لڑنے اور ان پر چڑھائی کرنے سے گھبراتے تھے اس لئے کہ وہ خود کو ان سے کم تر سمجھتے تھے۔ رومی غزوہ موتہ کا ذکر کرتے رہتے تھے جس سے ان کے دلوں کی پیاس نہ بجھی تھی۔ ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ خود آگے بڑھ کر رومیوں سے لڑیں اور آپ خود روم کی حدود میں ان کے عرب میں داخل ہونے سے قبل داخل ہو جائیں تاکہ وہ مرکز اسلام کو یہاں آکر چیلنج نہ کر سکیں۔

غزوہ تبوک کا موسم:

یہ غزوہ رجب ۹ھ میں سخت گرمی کے موسم میں اس وقت لڑا گیا جب درختوں پر پھل پک چکے تھے اور ان کے سائے گھنے ہو گئے تھے۔ آپ نے بہت دور دراز کا سفر اور صحرائی علاقے میں جانے اور ایک طاقتور دشمن سے لڑنے کا ارادہ کیا' لہذا آپ نے مسلمانوں کے سامنے اس معاملے کو واضح کر دیا تاکہ وہ اس غزوے کی اہمیت کے مطابق تیاری کر سکیں اور آپ نے اس جگہ جانے کا اپنا ارادہ واضح کر دیا جہاں آپ جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ زمانہ سخت تنگی' عسرت اور خشک سالی کا تھا۔ منافقوں نے جنگ سے بچنے کے

کئی بہانے بنائے۔ طاقت ور دشمن سے ڈرنے، سخت گرمی کے موسم میں نکلنے سے گریزاں ہونے، جہاد میں عدم رغبت رکھنے اور اسلام کی صداقت میں شک ہونے کی بنا پر انہوں نے آپ کے ہمراہ جانے کو ناپسند کیا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ کَرِهُوْا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ کَانُوْا یَفْقَهُوْنَ (۱)

پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ کے (جانے کے) بعد اپنے بیٹھنے رہنے پر، ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا اور (دوسروں کو بھی) کہنے لگے تم گرمی میں مت نکلو آپ کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ سخت گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے

صحابہ کرام کا جہاد اور سفر میں باہمی مسابقہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر کے لئے پورا پورا اہتمام کیا اور آپ نے لوگوں کو بھرپور تیاری اور مالداروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مالدار صحابہ نے کئی کئی ایسے صحابہ کو جن کے پاس زاد سفر اور سواری نہ تھی، ان کے اخراجات کی ذمہ داری اٹھالی۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے جیش عسرہ کو تیار کیا اور ایک ہزار دینار دیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

۱۔ التوبہ (۹ / ۸۱)

تبوک کی طرف لشکر کی روانگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار مجاہدین کے ہمراہ مدینہ منورہ سے تبوک کی طرف چلے آپ کی زندگی میں مسلمانوں کا یہ سب سے بڑا لشکر تھا آپ نے مقام "الحجر" میں جو قوم ثمود کا علاقہ تھا، پڑاؤ کیا اور صحابہ کو بتایا کہ یہ عذاب یافتہ لوگوں کی بستی ہے اور فرمایا جن لوگوں پر خدا کا عذاب آ چکا ہے جب تم ان کی بستیوں میں جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ڈر سے روتے ہوئے جاؤ۔

ایک صبح لوگ اس حال میں اٹھے کہ ان کے پاس پانی نہ تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ نے دعا مانگی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فوراً" آسمان سے ایک بادل بھیج دیا۔ جس سے بارش ہو گئی لوگ خوب سیراب ہو گئے اور انہوں نے ضرورت کے مطابق پانی ذخیرہ بھی کر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ واپسی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک پہنچے تو آپ کی خدمت میں عرب کے وہ رئیس آئے جو عرب کی سرحد پر مقیم تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی درخواست کی اور آپ کو جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ آپ نے ان کے لیے بعض ایسی دستاویزات لکھوائیں جن میں آپ نے ان کو عرب کی سرحدوں کی حفاظت، چشموں، راستوں اور دونوں فریقوں کی سلامتی کی شرط پر امن دیا۔

تبوک پر پہنچ کر آپ کو رومیوں کے منتشر ہو جانے اور عرب پر حملہ کرنے سے منحرف ہو جانے کی خبر ملی، لیکن آپ نے ان کے شہروں میں گھس کر ان سے مقابلہ کرنا مناسب نہ جانا اور اس طرح یہاں آنے کا مقصد پورا ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک میں بارہ سے زائد راتیں مقیم رہے پھر آپ مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

حضرت کعب بن مالک کا ابتلا اور اس میں ان کی کامیابی

جو لوگ اس غزوے میں نہیں جا سکے تھے ان میں کعب بن مالکؓ مرارہ بن ربیع اور ھلال بن امیہ بھی تھے یہ لوگ سابقون اولون میں سے تھے اور مسلمان ہونے کے بعد ہر آزمائش پر پورا اترے تھے اور مرارہ بن الربیع اور ھلال بن امیہ غزوہ بدر میں شامل رہ چکے تھے اور غزوات سے پیچھے رہنا ان کی عادت نہیں تھی۔ یہ محض حکمت الہیہ سے ہوا تاکہ ان کے نفوس کی تطہیر اور مسلمانوں کی تربیت ہو جائے۔ ان کا یہ عمل محض ٹال مٹول، کمزور ارادے اور اپنے پاس موجود وسائل پر بے جا اعتماد کا نتیجہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا اور تمام مسلمانوں نے اس حکم کی تعمیل میں ان سے بول چال بند کر دی۔ یہ لوگ اسی حالت میں پچاس دن رہے۔ حضرت کعب بن مالک نماز با جماعت میں شامل ہوتے تھے اور بازاروں کا چکر لگاتے تھے، لیکن ان سے کوئی شخص کلام نہ کرتا تھا۔ اس عتاب سے محبت نبوی میں رسوخ کا اضافہ ہوا۔

یہ عتاب یہاں تک ہی محدود نہ رہا بلکہ آپ نے حکم دیا کہ ان تینوں کی بیویاں ان سے الگ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے یہی کیا۔

ان حالات میں شام کے غسانی حکمران نے کعبؓ بن مالک کو اپنے دارالخلافہ میں بلایا تاکہ وہ ان کا اکرام کرے اور ان کو انعام دے۔ اس کا قاصد ان کے پاس آیا اور اس نے انہیں اس کا خط دیا، مگر حضرت کعبؓ نے اس کے اس خط کو تنور میں ڈال کر جلا دیا۔

جب وہ مقصد پورا ہو گیا جو اس حکم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو ان تینوں مسلمانوں کے نفسوں کی تطہیر کی صورت میں مطلوب تھا اور ان پر ان کے نفس تنگ پڑ گئے اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان کے لئے تنگ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اسے کشادہ کر دیا اور سات آسمانوں کے اوپر سے ان کی توبہ قبول فرمائی اور فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ
وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ
مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ
ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ○ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ
خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ
عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا
مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ
هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱)

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر (صلعم کے حال) پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار (کے حال) پر بھی جنہوں نے اس تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) ان کے (حال) پر توجہ فرمائی بیشک اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہے اور ان تین شخصوں (کے حال) پر بھی (توجہ) فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب (ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے اور پھر ان کے حال پر بھی توجہ فرمائی تاکہ وہ (آئندہ بھی) رجوع

۱ـ التوبہ (۹ / ۱۱۷ـ۱۱۸)

کریں) بیشک اللہ تعالٰی بہت توجہ
فرمانے والے بڑے رحم کرنے
والے ہیں۔

غزوہ تبوک، بطور آخری غزوہ کے

غزوہ تبوک پر غزوات نبویہ کا وہ سلسلہ ختم ہوگیا جن کی کل تعداد ستائیس ہے۔ اسی طرح سرایا کی کل تعداد ساٹھ ہے ان سب میں جنگ نہیں ہوئی۔ ان تمام جنگوں میں دونوں فریقوں کے مقتولوں کی تعداد ۱۰۱۸ سے زیادہ متجاوز نہیں ہے اور یہ جنگیں اس خونی سلسلے کا خاتمہ کرنے والی تھیں جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان جنگوں نے پورے جزیرہ عرب میں امن کو عام کردیا۔ یہاں تک کہ عورت بلا کسی کے خوف و خطرہ کے کعبہ کا طواف کرسکتی اور واپس جا سکتی تھی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔

اسلام میں پہلا حج اور سورہ براءۃ کا نزول

حج ۸ھ میں فرض ہوا۔ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیرحج بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں اور ان کے ہمراہ مدینہ منورہ سے حج کے خواہش مند مسلمان بھی روانہ ہوئے۔ آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ بھی حج کے لئے جائیں اور یوم النحر کو یہ اعلان کریں کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہ ہو گا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لئے نہ آئے اور بیت اللہ شریف کا برہنہ بدن طواف نہ کیا جائے۔

سالِ وفود

مدینہ منورہ میں وفود کی مسلسل آمد

جب اللہ تعالٰی نے مکہ مکرمہ فتح کرا دیا اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تبوک سے سالما" و غانما" واپس آ گئے تو مرکز اسلام مدینہ منورہ کی طرف وفود کی مسلسل آمد شروع ہو گئی۔ یہ تمام وفود اپنے اپنے علاقے میں دعوت اسلام دینے بت پرستی، جاہلی رسوم اور اس کے شعائر سے نفرت کا جذبہ لی کر واپس جاتے تھے۔

ضمام بن ثعلبہ اپنی قوم بنو سعد ابی بکر سے بطور وفد مدینہ منورہ میں آیا اور اپنی قوم میں داعی بن کر واپس گیا۔ چنانچہ اس نے گھر جا کر جو پہلی بات کی وہ یہ تھی کہ لات اور عزای بہت برے تھے۔ قوم کے لوگوں نے کہا اے ضمام بس کرو اور برص، جذام (کوڑھ پن) اور دیوانے پن سے ڈرو۔ انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو یہ دونوں تو نفع پہنچاتے ہیں اور نہ نقصان۔ اللہ تعالٰی نے اپنا رسول بھیجا ہے اور اپنی کتاب نازل کی ہے۔ وہ تمہیں اس حالت سے نجات دینا چاہتا ہے جس میں تم لوگ مبتلا ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ کہ حضرت محمد اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں انہی کے پاس سے وہ باتیں لیکر آیا ہوں جن کا اس نے حکم دیا اور جن سے اس نے روکا ہے۔

اسی دن ان کے قبیلے کا ہر ایک فرد مسلمان ہو گیا۔ حاتم طائی مشہور سخی کا بیٹا بھی مدینہ منورہ میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اخلاق اور آپ کی تواضع دیکھنے کے بعد مسلمان ہو گیا اور پکار اٹھا کہ واللہ یہ شخص بادشاہ نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰؓ کو یمن کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا اور ان دونوں کو وصیت کی کہ تم دونوں آسانی پیدا کرنا، تنگی پیدا نہ کرنا، لوگوں کو خوشخبری دینا، متنفر نہ

کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو "طائف" کی طرف بھیجا انہوں نے وہاں جا کر لات کو توڑ دیا پھر وہ اس کی چار دیواری پر چڑھے ان کے ہمراہ کئی اور لوگ بھی اس پر چڑھ گئے وہ اس کا ایک ایک پتھر گراتے رہے' یہاں تک کہ انہوں نے اسے زمین کے برابر کر دیا۔ پھر وہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گئے تو آپ نے ان کی تعریف کی۔

یہ وفود اسلام کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے اسوہ و اخلاق کا مشاہدہ کرتے تھے۔ ان لوگوں کے لئے مسجد نبوی میں خیمے لگائے جاتے تھے تاکہ یہ لوگ قرآن سنیں اور مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے دلی وسوسوں اور خیالات کے بارے میں پوچھتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بلاغت اور حکمت کے ساتھ جواب دیتے تھے۔ وہ قرآن سنتے تھے اور ایمان لے آتے تھے اور وہ مطمئن ہو کے رہتے تھے۔

زکوٰۃ اور صدقات کی فرضیت

۹ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی۔ (اور اسی سال اس کا نفاذ عمل میں آیا)

حجۃ الوداع

حجۃ الوداع کا موزوں وقت

جب اللہ تعالیٰ نے جیسے چاہا تھا اس کے مطابق بیت اللہ شریف کی پلیدی اور بتوں سے تطہیر ہو گئی اور مسلمانوں کے دل میں حج کا شوق بڑھ گیا کیونکہ انہیں حج کئے ہوئے مدت ہو گئی تھی اور ان کی محبت اور ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق کی گھڑی قریب آ گئی اور امت کو الوداع کہنے کی ضرورت آن پڑی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج کی اجازت دے دی۔ آپ نے اسلام

کے زمانے میں اس سے قبل حج نہ کیا تھا۔

آپ مدینہ منورہ سے بیت اللہ شریف حج لئے گئے تاکہ تمام مسلمانوں سے ملیں اور انہیں دین اور مناسک حج سکھائیں۔ آپ بار شہادت ادا کر دیں اور امانت اسلام پہنچا دیں، انہیں آخری وصیتیں کریں اور ان سے عہد و میثاق لیں، نیز جاہلیت کے آثار مٹائیں اور ان کو اپنے قدموں تلے روندیں اس سال آپ کے ہمراہ تقریباً" ایک لاکھ مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا۔ اس حج کو حجتہ الوداع کا نام دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیسے حج کیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب حج کا عزم فرمایا اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ حج کرنے والے ہیں تو انہوں نے بھی آپ کے ہمراہ نکلنے کا ارادہ کر لیا۔

جب اس بات کی خبر کی مدینہ منور کے آس پاس کے لوگوں کو ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ حج کے ارادہ سے آنے لگے اسی طرح راستے میں بیشمار لوگ آپ کو ملے یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے، پیچھے دائیں اور بائیں جمع تھے اور جہاں تک نظر جاتی وہاں تک پھیلے ہوئے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز ظہر کے بعد ہفتہ کے دن ۲۵ ذوالحجہ کو نماز ظہر کی چار رکعت پڑھنے کے بعد یہاں سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور انہیں احرام، اس کے واجبات اور اس کی سنتوں کی تعلیم دی۔

پھر آپ تلبیہ پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے آپ اس وقت کہہ رہے تھے: **لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک**

آپ ۴ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ میں پہنچے۔ مسجد حرام میں داخل ہو کر آپ نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ آپ مکہ مکرمہ میں چار دن تک قیام پذیر رہے۔ پھر آپ یوم الترویہ،

یعنی ۸ ذوالحجہ کو صحابہ کے ہمراہ منیٰ میں گئے وہاں جا کر قیام کیا اور وہاں جا کر ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کیں اور وہیں آپ نے رات گزاری۔ جب نو ذوالحجہ کو سورج طلوع ہوا تو آپ منیٰ سے عرفہ کی طرف روانہ ہوئے اس دن جمعہ تھا آپ نے وہیں قیام کیا۔

آپ نے یہاں یوم عرفہ کو لوگوں کو اپنی سواری پر سے ایک عظیم الشان خطبہ دیا جس میں آپ نے اسلام کے بنیادی احکام کو دہرایا۔ اس خطبے میں آپ نے شرک اور جاہلیت کی بنیادوں کو منہدم کیا نیز اس میں ان باتوں کی حرمت کا ذکر فرمایا جن کی حرمت پر تمام ملتیں متفق ہیں، یعنی خون ریزی اور لوگوں کے مال اور عزتوں کی حرمت۔ اس خطبے میں آپ نے تمام جاہلی رسوم کو اپنے قدموں تلے روندا اور جاہلیت کا تمام ربا ختم کیا۔ لوگوں کو عورتوں سے حسن سلوک کی وصیت اور تاکید فرمائی اور ان کے اور ان پر حقوق کا ذکر کیا یہ بھی بیان فرمایا کہ مردوں پر ان کا نان و نفقہ اور معروف طریقے پر ان کا لباس ضروری ہے۔

اس خطبے میں آپ نے کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنے کی وصیت کی اور انہیں بتایا کہ جب تک وہ اس کو پکڑے رہیں گے وہ کبھی گمراہ نہ ہوں گے، پھر آپ نے فرمایا کہ ان سے قیامت کے دن آپؐ کے متعلق پوچھا جائے گا، آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا گواہی دیں گے۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اس کا حق ادا کر دیا اور لوگوں کی خیر خواہی کی، پھر آپ نے آسمان کی طرف اپنی انگلی اٹھائی اور کہا اے اللہ تو ان پر گواہ رہ۔ یہ جملہ آپ نے تین دفعہ کہا پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ حاضر لوگ غائب اشخاص تک آپ کا یہ پیغام پہنچا دیں۔

جب خطبہ مکمل ہو گیا تو آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ تو انہوں نے اذان دی اور پھر آپ نے نماز پڑھائی اور نماز ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے عصر کی دو رکعت پڑھوائیں جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ سوار ہو کر کھڑے ہونے کی جگہ آئے اور وہاں آکر وقوف کیا۔ اس وقت آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے آپ دعا عاجزی اور اللہ

تعالیٰ کے سامنے تضرع میں لگ گئے اور غروب آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔ دعا کے وقت آپ اپنے ہاتھ سینے تک اٹھائے رہے اور اس طرح دعا کرتے رہے جس طرح کوئی مسکین کھانا مانگتا ہے۔ آپ اس دعا میں یہ فرما رہے تھے اے اللہ! بیشک تو ہی میری آواز سنتا ہے، میری جگہ دیکھتا ہے میری خفیہ اور ظاہری باتوں کو جانتا ہے کیونکہ تجھ پر میری کوئی شے مخفی نہیں ہے میں بہت زیادہ بد حال اور محتاج ہوں۔ تجھ سے مدد اور پناہ چاہتا ہوں۔ تیری ذات کی پناہ پکڑنے والا، تجھ سے ڈرنے والا، اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرنے والا ہو، اے اللہ میں مسکین گنہگار اور ذلیل شخص کی طرح مانگ رہا ہوں، ایسے شخص کی طرح ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہوں، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہوں، اس کا جسم تیرے سامنے جھکا ہوا ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اے اللہ! تو مجھے اپنی پکار کے ساتھ بدبخت نہ کرنا، اے اللہ! تو میرے لئے مہربان اور رحم کرنے والا ہو جا، اے سب سے بہتر سوال قبول کرنے اور سب سے بہتر دینے والے۔

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (۱)

آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین (بننے کے لئے) پسند کر لیا۔

جب سورج غروب ہو گیا تو آپ عرفہ سے چلے اور جب آپ مزدلفہ

۱۔ المائدہ (۵ / ۳)

پہنچے تو وہاں آپ نے نماز مغرب اور نماز عشاء پڑھی۔ پھر آپ صبح تک سو گئے جب صبح صادق ہو گئی تو آپ نے نماز فجر ابتدائی وقت میں ادا کی۔ پھر آپ سوار ہو کر المشعر الحرام میں چلے آئے وہاں آپ نے قبلے کی طرف منہ کیا اور آپ دعا تضرع، تکبیر اور تہلیل میں لگ گئے اور پھر آپ مزدلفہ سے چلے اور منی میں پہنچے اور جمرہ عقبہ پر پہنچ کر آپ نے اس پر رمی کی۔

بعد ازاں آپ منیٰ کو لوٹ گئے اور وہاں جا کر ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا اس خطبے میں آپ نے لوگوں کو یوم النحر (دسویں ذوالحجہ)، اس کی حرمت اور اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں فضیلت اور مکہ مکرمہ کی تمام شہروں پر حرمت سے آگاہ کیا اور آپ نے انہیں سننے اور فرمانبرداری کرنے کی تاکید فرمائی اور اس حکمران کی جو ان کی کتاب اللہ کے مطابق قیادت کرے۔

آپ نے لوگوں سے کہا کہ لوگ آپ سے مناسک کے متعلق پوچھیں۔ آپ نے لوگوں کو نصیحت کی کہ لوگ آپ کے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں مارنا نہ شروع کریں۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچا دیں آپ نے اپنے اسی خطبے میں فرمایا "اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ نمازیں پڑھو، ایک مہینے کے روزے رکھو، اپنے حاکم کی اطاعت کرو، تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے اس دن آپ نے لوگوں کو الوداع کہا اور فرمایا یہ میرا الوداعی حج ہے۔"

پھر آپ منیٰ کے مذبح میں گئے اور سو اونٹ ذبح کئے اتنی ہی تعداد میں آپ نے عمرے کے سال اونٹ قربانی کئے تھے۔ پھر آپ رک گئے اور آپ نے حضرت علیؓ کو کہا کہ وہ سو میں بقیہ اونٹ ذبح کریں، جب مذکورہ تعداد مکمل ہو گئی تو آپ نے حجام کو بلایا اور اپنے سر کو منڈوایا اور اپنے بال آس پاس موجود لوگوں میں بانٹ دیئے۔ پھر مکہ مکرمہ سے سوار ہو کر چلے اور آپ نے طواف افاضہ یعنی طواف زیارت کیا، پھر آپ زمزم کے پاس گئے اور آپ نے اس کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ پھر آپ منی سے اسی دن واپس چلے گئے اور وہاں جا کر آپ نے رات بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو آپ زوال کے منتظر رہے جب سورج ڈھل گیا تو آپ جمرات کی طرف چل پڑے اور جمرہ اولیٰ سے شروع ہو

کر جمرۂ وسطیٰ، جمرہ ثالثہ یعنی جمرہ عقبہ پر رمی جمار کیا پھر آپ نے رمی کو موخر کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے تین ایام تشریق میں مکمل کر لیا پھر آپ مکہ مکرمہ کی طرف گئے اور آپ نے رات کو سحری کے وقت الوداعی طواف کیا پھر آپ نے لوگوں کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا اور آپ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے جب آپ مقام ذوالحلیفہ میں آئے تو وہاں رات بسر کی جب آپ نے مدینہ منورہ کو دیکھا تو تین دفعہ تکبیر پڑھی اور کہا

”کوئی شریک نہیں ہے وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام حمد ہے۔ وہ ہر ایک بات پر قادر ہے ہم رجوع کرنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں اللہ نے سچ کہا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اکیلے شکست دی“ پھر آپ اس میں داخل ہو گئے

وفات

تبلیغی اور تشریعی مشن کی تکمیل اور لقائے ربی کی آمد

جب یہ دین تکمیل کی چوٹی پر پہنچا تو اس ارشاد باری تعالی کا نزول ہوا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (۱)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین (بننے کے لئے) پسند کر لیا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا اور امانت الٰہی ادا کر دی، اللہ کی راہ میں جیسے جہاد کا حق ہے ویسے جہاد کیا اور اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کی آنکھ کو اس دین میں لوگوں کے فوج در فوج داخلے کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا تو اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عالم کو چھوڑنے کی اجازت دے دی اور اللہ تعالی سے ملاقات کی گھڑی نزدیک آ گئی۔ اس بارے میں اللہ تعالی نے لوگوں کو یوں آگاہ کیا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○ (۲)

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح آپہنچے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح اور حمد کیجئے اور اس سے

۱۔ المائدہ (۵ / ۳)

۲۔ النصر (۱۱۰ / ۱تا۳)

استغفار کی دعا کیجئے بیشک وہ بڑا توبہ
قبول کرنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مرض الوفات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مرض کا آغاز ماہ صفر کے آخری دنوں میں ہوا اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم "بقیع الغرقد" میں نصف رات کے وقت تشریف لے گئے آپ نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور پھر آپ گھر واپس آ گئے، جب صبح ہوئی تو سر درد سے بیماری کا آغاز ہوا۔

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب بقیع سے واپس آئے تو آپ نے مجھے سر درد میں جتلا دیکھا۔ میں اس وقت کہہ رہی تھی "ہائے میرا سر، ہائے میرا سر" تو آپ نے فرمایا فرمایا اے عائشہ میرا سر۔ اس وقت آپ کے سر کا درد بڑھ گیا اس دن آپ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے پھر آپ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کو بلایا اور ان سے اجازت مانگی کہ آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں ٹھہر جائیں۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ اس وقت آپ اس طرح نکلے کہ آپ کے پاؤں دو افراد کے مابین زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت فضلؓ بن عباس اور دوسرے حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے۔ آپ نے سر پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔ پاؤں زمین کو چھو رہے تھے۔ اس طرح آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں داخل ہوئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی اس بیماری میں جس میں آپ کا وصال ہوا، یہ فرمایا کرتے تھے "میں اس کھانے کی اذیت اب تک محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ زہر سے آپ کے دل کی ایک رگ (ابھری) کٹ گی تھی۔

آخری مہم کی ترسیل

انہی دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت اسامہؓ بن

حارثہ کو شام کی طرف بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ فلسطین کے علاقے تخوم بلقاء اور الداروں میں موجود دشمن کے لشکر پر حملہ کر کے اسے کچل دیں۔

ان کے اس لشکر میں بہت سے مہاجرین اور انصار شامل تھے جن میں سے بزرگ ترین حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے ابھی ان کو روانہ کیا ہی تھا کہ آپ کا مرض شدید ہو گیا ابھی حضرت اسامہ کا لشکر الجرف میں خیمہ زن تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کے بعد اس لشکر کو روانہ فرمایا تاکہ آپ کے حکم کی تعمیل اور آپ کے مقصد کی تکمیل ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے اس مرض میں وصیت کی کہ صحابہؓ مدینہ آنے والے وفدوں کی اسی طرح مہمان نوازی کریں جیسے کہ آپ ان کی مہمان نوازی کرتے رہے ہیں اور جزیرہ عرب میں کوئی دوسرا دین نہ رہنے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

مسلمانوں کے لئے دعا اور انہیں لڑائی اور تکبر سے ممانعت

جن دنوں میں آپ سر درد کے مرض میں مبتلا تھے بہت سے لوگ حضرت عائشہ کے گھر میں جمع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں مرحبا کہا اور انہیں ہدایت، نصرت اور توفیق الٰہی کی دعا دی اور کہا ”میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور میں اسے تم پر نگہبان چھوڑ کر جا رہا ہوں بیشک میں اسی کی طرف سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں نیز یہ کہ تم اس کے بندوں اور اس کے شہروں پر چڑھائی نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے اور تمہارے لئے فرمایا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (۱)

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں لڑائی چاہتے ہیں نہ فساد اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے۔

پھر فرمایا:

أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ (۲)

کیا جہنم متکبرین کے لئے کافی نہیں ہے

مال دنیا سے کنارہ کشی اور بچے ہوئے مال کو گھر رکھنے پر اظہار ناپسندیدگی

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوا فرمایا "اے عائشہ! میں سونے کا کیا کروں۔ آپ کے پاس پانچ یا سات یا آٹھ یا نو درہم تھے آپ انہیں اپنے ہاتھوں میں لیکر الٹنے پلٹنے لگ گئے اور فرمایا کہ اگر یہ مال میرے پاس رہا اور میں اللہ سے جا ملا تو میں نے اللہ پر یقین نہیں کیا۔ اے عائشہؓ تو ان کو خرچ کردے۔

نماز کا اہتمام اور حضرت ابوبکرؓ کی امامت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد جب زیادہ بڑھ گیا تو آپ بیہوش ہو گئے صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہوش آیا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا نہیں، بلکہ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ آپ نے فرمایا: لگن میں پانی رکھ دو۔ لوگوں نے تعمیل حکم کی۔ آپ نے غسل کیا پھر تیاری کر رہے

۱۔ القصص ۲۸۰ / ۸۳)

۲۔ الزمر (۳۹ / ۶)

تھے کہ دوبارہ آپ بیہوش ہو گئے پھر آپ کو افاقہ ہوا تو پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے، ہم نے کہا نہیں، بلکہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ لگن میں پانی رکھ دو۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ نے غسل کیا اور پھر چلنے کے لئے تیار ہو گئے تو آپ پھر بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش آیا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے کہا نہیں بلکہ یا رسول اللہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، فرمایا تم میرے لئے لگن میں پانی رکھ دو۔ حکم کی تعمیل ہوئی آپ نے غسل کیا پھر آپ تیاری کر رہے تھے کہ دوبارہ بیہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ لوگ مسجد میں بیٹھے نماز عشاء کے لئے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نرم دل انسان تھے انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا "اے عمرؓ تم نماز پڑھا دو" انہوں نے فرمایا کہ نہیں تم اس کے زیادہ مستحق ہو تو انہوں نے ان دنوں میں کئی نمازیں پڑھائیں۔

پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس کیا آپ دو افراد کے سہارے، جن میں سے ایک حضرت عباسؓ اور دوسرے حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے، باہر تشریف لائے۔ اس وقت نماز ظہر ہو رہی تھی۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا آنا محسوس کیا تو پیچھے ہٹنا چاہا، مگر آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں۔ پھر آپ نے دونوں صحابہؓ کو کہا کہ وہ آپ کو نیچے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بٹھا دیں۔ اب حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز کی امامت فرما رہے تھے۔

خطبہ وداع

آخری خطبے میں جب آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور سر پر کپڑا باندھا ہوا تھا منجملہ دوسری باتوں کے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو دنیا میں رہنے اور اس کے پاس جانے کا اختیار دیا تو اس نے اللہ کے پاس جانے کو ترجیح دی۔ حضرت ابوبکرؓ اس جملے کا مفہوم سمجھ گئے کہ اس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں لہذا وہ یہ سن کر رو پڑے اور کہا بلکہ یا رسول اللہ ہم اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ آپ پر قربان۔

مسلمانوں پر آخری نگاہ -- جبکہ لوگ صفیں بنا کر کھڑے تھے

حضرت ابوبکرؓ اسی طرح مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ جب پیر کا دن ہوا اور لوگ نماز فجر میں صفیں بنا کر کھڑے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھا کر مسلمانوں کو دیکھا۔ اس وقت صحابہ اپنے رب کے حضور کھڑے تھے۔ آپ نے اپنی دعوت اور کوشش کے ساتھ لگائے ہوئے پودے کو بار آور ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ کا دل خوشی اور مسرت سے بھر گیا اور آپ کا روئے اقدس خوشی سے تمتما اٹھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر ہماری طرف دیکھا اس وقت آپ کھڑے تھے اور آپ کا چہرہ مصحف کے ورق کی طرح پیلا ہو رہا تھا، پھر آپ نے تبسم فرمایا تو ہمیں ناقابل بیان خوشی ہوئی اور ہم نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لائیں گے، لیکن نے آپ نے اشارہ کیا کہ تم لوگ اپنی نماز مکمل کر لو اور پھر آپ نے پردہ گرا دیا اور پھر اسی دن آپ کا وصال ہو گیا۔

قبروں کے پوجنے اور انھیں سجدہ کرنے والوں کو تنبیہہ

سب سے آخری بات جو آپ نے ارشاد فرمائی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو برباد کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا ہے۔ اسلام کے ساتھ کوئی اور دین سرزمین عرب پر نہ رہنے دیا جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ اپنی دھاری دار چادر کو چہرے پر ڈال لیتے تھے۔ جب آپ بیہوش ہو جاتے تو چہرہ کھل جاتا۔ اسی حالت میں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود و نصاری پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا۔ اس طرح آپ لوگوں کو طرز عمل عمل سے ڈراتے رہے۔

آخری وصیت

جب وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے عام لوگوں کو جو وصیت فرمائی وہ یہ تھی "اے لوگو! نماز اور اپنے ماتحت لوگوں کا خیال رکھنا"

تاآنکہ آپ کا سانس سینے میں بند ہونا شروع ہو گیا اور زبان میں حرکت کی سکت نہ رہی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے نماز، زکوٰۃ اور لونڈی غلاموں سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں آپ کے پاس آپ کو معوذتیں پڑھ کر پھونکنے گئی تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنی نگاہ اوپر اٹھائی ہوئی تھی اور آپ فرما رہے تھے "اے اللہ رفیق اعلیٰ میں رفیق اعلیٰ میں"

اس وقت حضرت عبدالرحمانؓ بن ابی بکر آئے ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ آپ نے ان کو نگاہ جما کر دیکھا جس سے مجھے خیال ہوا کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کو لے کر اپنے دانتوں سے نرم کیا اور میں نے آپ کو وہ مسواک دی تو آپ نے عمدہ طریقے سے مسواک کی پھر جب آپ مجھے واپس دینے لگے تو وہ آپکے ہاتھ سے گر گئی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے ایک پانی کا پیالہ تھا آپ

اس میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے تھے اور یہ فرماتے تھے: لا الہ الا اللہ بیشک موت کی سختیاں ہیں" پھر آپ نے اپنی دائیں انگلی کو اٹھایا اور یہ فرمایا: رفیق اعلیٰ میں، رفیق اعلیٰ میں۔ یہاں تک کہ آپ کی جان قبض ہو گئی اور آپ کا ہاتھ پانی میں گر گیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کا سر میری ران پر تھا آپ پر ایک لمحے کے لئے بیہوشی طاری ہوئی پھر آپ کو افاقہ ہو گیا تو آپ نے اپنی آنکھیں مکان کی چھت کی طرف لگا دیں اور فرمایا: اے اللہ رفیق اعلیٰ میں۔ یہ آخری جملہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو کیسے چھوڑا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے جدا ہو گئے اس وقت آپ جزیرہ عرب کے حاکم تھے اور آپ سے دنیا کے تمام حکمران ڈرتے تھے مگر جب وصال ہوا تو گھر میں نہ کوئی دینار تھا نہ درہم اور نہ غلام اور باندی اور نہ کوئی اور شے۔ بجز ایک سفید رنگ کے خچر اور اسلحہ اور تھوڑی سی زمین کے جسے آپ نے صدقہ قرار دیا تھا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلے گروی رکھی ہوئی تھی اور وفات تک آپ اس کو جو دے کر واگزار نہ کرا سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ نے اسی مرض میں چالیس غلاموں کو آزاد کیا اور آپ کے پاس سات یا چھ دینار تھے۔ آپ نے حضرت عائشہؓ کو حکم دیا کہ انہیں صدقہ کر دیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال ہوا تو میرے گھر میں انسانی خوراک کے طور پر ایک طاقچے میں تھوڑے سے جو کے سوا کچھ بھی موجود نہ تھا۔ میں اسی میں سے کھاتی رہی یہاں تک کہ ایک مدت گزر گئی آخر ایک دن میں نے اس کا وزن کیا تو وہ جو ختم ہو گئے۔

پیر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری، نماز ظہر کے بعد کا وقت تھا۔ اس وقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ یہ دن سختی اور وحشت کے اعتبار سے مسلمانوں پر انتہائی سخت مصیبت اور آزمائش کا دن تھا۔ جیسے کہ آپ کی ولادت باسعادت کا دن تمام دنوں سے زیادہ نیک بختی والا دن تھا۔

حضرت انسؓ اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اس دن ہر ایک شے جگمگا اٹھی تھی اور جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا اس دن ہر ایک شے تاریک ہو گئی تھی۔ حضرت ام ایمنؓ وصال نبوی کی سن کر رو پڑیں۔ انہیں کہا گیا کہ آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیوں رونا آیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ تو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنقریب وفات پا جائیں گے، لیکن میں تو اس وحی پر روتی ہوں جس کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا ہے۔

صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر کیسے سنی:

صحابہ کرام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر بجلی بن کر گری۔ اس لئے کہ انہیں آپ سے شدید محبت تھی اور اس لئے کہ صحابہ کرام آپ کی گود میں زندگی گزارنے کے اس طرح عادی ہو گئے تھے جس طرح کہ اولاد اپنے ماں باپ کی گود میں عادی ہو جاتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، ارشاد باری ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	اے لوگو! تمہارے پاس ایسے پیغبر
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ	تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱)	(بشر) سے ہیں جن پر تمہاری

۱۔ التوبہ (۹ / ۱۲۸)

تکلیف گراں گزرتی ہے جو تمہاری
منفعت کے بڑے خواہش مند ہیں
بالخصوص ایمانداروں کے ساتھ بڑے
ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک شخص یہ سمجھتا تھا کہ وہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ معزز ہے۔ اسی لئے بعض صحابہ تو آپ کے وصال کی خبر پر یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھے ان میں حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔ انہوں نے ان لوگوں کی باتوں کو نہ مانا جنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے ہیں وہ مسجد کی طرف گئے اور لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک فوت نہ ہوں گے جب تک منافق فنا نہیں ہو جاتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دو ٹوک موقف:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وقت کی مطلوبہ ضرورت اور ایسے کوہ راسخ تھے جو نہ تو اپنی جگہ سے ہلتے ہیں اور نہ متاثر ہوتے ہیں۔ جب آپ کو اطلاع ملی تو آپ گھر سے نکلے اور مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے، اس وقت حضرت عمرؓ لوگوں سے ہمکلام تھے۔ انہوں نے کسی طرف توجہ نہ کی۔ پہلے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں آئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کا چہرہ اقدس کھولا۔ اس کا بوسہ لیا اور فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جو موت اللہ نے آپ کے لئے لکھی تھی اس کا ذائقہ آپ نے چکھ لیا ہے اس کے بعد آپ دوبارہ کبھی نہ مریں گے اور پھر چادر آپ کے چہرے پر ڈال دی۔

پھر آپ اٹھے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے ہمکلام تھے۔ تو انہوں نے کہا اے عمرؓ ذرا ٹھہرو اور خاموش ہو جاؤ لیکن انہوں نے چپ ہونے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ وہ خاموش نہیں ہو رہے تو وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ لوگوں نے جب ان کی باتیں سنیں تو ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پہلے

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر کہا:

اے لوگو! جو کوئی (حضرت) محمد کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہو کہ محمد وفات پا گئے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ
مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى
اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ
فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ
الشّٰكِرِيْنَ (۱)

اور محمد تو صرف رسول ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ اس سے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھرے گا تو وہ خدا کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ جلد ہی بدلہ دے گا حق شناس لوگوں کو۔

جو صحابہؓ اس موقع پر موجود تھے وہ فرماتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گویا یہ آیت صحابہؓ نے سنی اسی وقت نازل ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ نے اسے تلاوت کیا۔ حضرت ابوبکرؓ سے یہ آیت سنی اور وہ تمام لوگوں کی زبانوں پر پھیل گئی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں بخدا جب میں نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ آیت سنی تو میں حیران رہ گیا۔ یہاں تک کہ میں زمین پر گر گیا۔ میرے قدم میرا بوجھ نہ اٹھا سکے اور میں نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت

اس موقع پر تمام مسلمانوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی تاکہ کوئی شخص ان کے درمیان تفریق نہ ڈال سکے اور خواہشات ان کے دلوں سے نہ کھیل سکیں اور تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس دنیا سے جدائی کے وقت مسلمانوں میں مکمل اتحاد ہو' ان میں نظم و

۱۔ آل عمران (۳/ ۱۴۴)

نسق ہو اور ان کا کوئی امیر ہو جو ان کے تمام معاملات کی نگرانی کرے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی تجہیز اور دفن وغیرہ شامل ہیں۔

مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو کیسے الوداع کہا اور آپ پر کیسے درود بھیجا؟:

اس طرح لوگ مطمئن ہو گئے' ان کی حیرت اور پریشانی جاتی رہی اور وہ ان کاموں میں مشغول ہو گئے جو آپ نے دنیا چھوڑنے سے قبل لوگوں کو تعلیم دیئے تھے۔

جب صحابہؓ آپ کے غسل اور کفن سے فارغ ہو گئے' جسے آپ کے اہل بیت نے ذمہ داری سے انجام دیا تھا اور آپؐ کا جسد اطہر آپ کے حجرہ مبارکہ میں رکھ دیا گیا' تو اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا ہے تو اس کو وہیں دفن کر دیا جاتا ہے جہاں اس کا انتقال ہوا ہو۔ چنانچہ اسی جگہ کو کھود کر آپ کی لحد تیار کی گئی' یہ کام حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے انجام دیا۔

پھر صحابہؓ نے جماعتوں کی شکل میں جا کر آپ پر درود بھیجا۔ جب مرد حضرات اس سے فارغ ہو گئے تو عورتوں نے داخل ہو کر درود شریف پڑھا اس کے بعد بچے آئے۔ صحابہؓ میں سے کوئی شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی قبر پر نہیں جھکا۔

مدینہ منورہ میں منگل کا دن

یہ دن مدینہ منورہ میں سخت غم و اندوہ کا دن تھا۔ حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ذکر ہوا تو وہ رو دیئے' اس سے مسلمانوں کا غم اور بڑھ گیا۔ لوگ اس اذان کو اس حال میں سننے کے عادی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ان کے درمیان موجود ہوتے تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ:

"ہائے مصیبت اس کے بعد جو بھی مصیبت آئی تو وہ اس وقت' جب

ہم نے اس مصیبت کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کی صورت میں ہم پر گزری تھی یاد کیا، کم ہو گئی" نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اے لوگو! جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری مصیبت یاد کر لے اس سے تسلی حاصل کرے، اس لئے کہ میرے بعد میری امت کا کوئی شخص بھی مجھ سے بڑھ کر مصیبت نہ پائے گا"

امہات المومنین رضی اللہ عنہم

حضرت خدیجہ بنت خویلد القرشیہ الاسدیہ رضی اللہ عنہا آپ کی پہلی زوجہ مطہرہ تھیں۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نبوت سے قبل اس وقت نکاح کیا جب ان کی عمر چالیس سال تھی۔ ان کا وصال ہجرت سے تین سال قبل ہوا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کے سوا آپ کی تمام اولاد انہی سے پیدا ہوئی۔

ان کی وفات کے بعد آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ القرشیہ سے اور پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت ابی بکر صدیقؓ سے نکاح کیا، جو امت کی تمام عورتوں سے زیادہ فقیہ اور زیادہ عالم تھیں۔

پھر آپ نے حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح کیا۔ ان کا دو ماہ بعد آپ کے گھر میں انتقال ہو گیا۔

پھر آپ نے حضرت ام سلمہؓ ہند بنت ابی امیہ القرشیہ المخزومیہ سے عقد کیا جو سب سے آخر میں فوت ہوئیں۔ پھر آپ نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے عقد کیا جو آپ کی پھپھی امیہ کی بیٹی تھیں اور اسی سال جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار المصطلقیہ سے نکاح کیا۔

پھر حضرت ام حبیبہ رملہؓ بنت ابی سفیان سے عقد کیا۔

بعد ازاں میمونہؓ بنت حارث الہلالیہ سے نکاح ہوا یہ آپ کا آخری نکاح تھا۔ آپ جب فوت ہوئے اس وقت آپ کے عقد میں نو ازواج تھیں ماسوا حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کے، یہ دونوں ازواج آپ کی زندگی میں فوت ہو گئیں تھیں۔

وصال کے وقت دو باندیاں آپ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ماریہؓ بنت شمعون القبطیہ المصریہ، جو مقوقس شاہ مصر کی طرف سے بطور ہدیہ آئی تھیں اور جو حضرت ابراہیمؓ کی والدہ ہیں اور دوسری ریحانہ بنت زید تھیں جو قبیلہ بنو نضیر سے تھیں۔ وہ مسلمان ہو گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے نکاح کر لیا تھا۔

اولاد

حضرت خدیجہؓ سے آپ کا ایک بیٹا قاسمؓ پیدا ہوا جن کے نام سے آپ کی کنیت تھی وہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔

پھر حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ حضرت فاطمہؓ حضرت عبداللہؓ اور طیب و طاہر پیدا ہوئے۔ یہ دونوں حضرت عبداللہ کے لقب ہیں اور یہ تمام اولاد ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے ہوئی۔

حضرت فاطمہؓ آپ کو تمام بیٹیوں سے زیادہ محبوب تھیں آپ نے انہیں بتایا کہ وہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ ان کا حضرت علیؓ بن ابی طالب سے عقد ہوا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان سے حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ کی ولادت ہوئی جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ سے آپ کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ وہ اس وقت فوت ہو گئے جب انہوں نے گہوارے کو بھر دیا تھا (قدرے بڑے ہو گئے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب وہ فوت ہوئے تو فرمایا تھا:

"آنکھ روتی ہے، دل پریشان ہے مگر ہم اللہ کو ناراض کرنے والی کوئی بات نہیں کہتے اے ابراہیم ہم تجھ پر غم زدہ ہیں"

اخلاق و شمائل

حضرت علیؓ بن ابی طالب نے جو لوگوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے زیادہ آپ کے ساتھ رہنے والے اور وصف و بیان پر زیادہ قادر تھے، آپ کا وصف کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ فحش گوئی کرنے، اس کے اپنانے والے اور بازار میں اونچی آواز سے چیخنے والے نہ تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، لیکن آپ معاف کرتے اور درگزر کرتے تھے۔ آپ نے کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا مگر یہ کہ اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے۔ آپ نے کبھی خادم کو زدوکوب کیا اور نہ کسی خادمہ کو۔ میں نے آپ کو کسی زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب تک وہ اللہ تعالٰی کی کسی حرمت کو پامال نہ کرے۔ آپ لوگوں میں غصہ کے اعتبار سے زیادہ سخت تھے۔ آپ کو جب بھی دو کاموں کو اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان تر معاملے کو پسند کر لیا۔

جب آپ گھر میں ہوتے تو عام انسانوں کی طرح رہتے۔ اپنے کپڑے خود ہی سی لیتے۔ اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے، اپنی خدمت کرتے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں آپ جب بھی کسی مجلس میں بیٹھتے یا اٹھتے تو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ایسا کرتے تھے، جب آپ کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے اور اسی کا لوگوں کو حکم دیتے۔ آپ مجلس کے ہر ایک شخص کو اس کا حق دیتے تھے۔ آپ کا ہر ہم مجلس یہ سمجھتا کہ وہی آپ کے نزدیک زیادہ معزز ہے۔ جو شخص آپ کو اپنے پاس بٹھاتا یا کوئی معاملہ کرتا تو آپ اس کے سامنے کھڑے رہتے تاآنکہ وہ آپ کے سامنے سے چلا جاتا جو شخص آپ سے کسی حاجت و ضرورت کا سوال کرتا تو آپ اس کو اس کا سوال پورا کر کے یا نرم قول کے سوا واپس نہ کرتے تھے۔

آپ تمام لوگوں میں کشادگی اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ وسیع تھے۔ آپ ان سب کے والد کی جگہ تھے، تمام لوگ حق کے معاملے میں آپ کے سامنے یکساں تھے آپ کی مجلس علم و حیا اور صبر و امانت والی مجلس ہوتی تھی۔

آپ سینے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے عمدہ رہن سہن والے تھے جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا وہ ڈر جاتا اور جو آپ سے معاملہ کرتا وہ آپ سے محبت کرنے لگ جاتا تھا۔ آپ کو دیکھنے والا کہہ اٹھتا "میں نے آپ جیسا شخص

پہلے کبھی دیکھا اور نہ آپ کے بعد"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لباس جمال پہنایا تھا اور آپ کو اپنی محبت اور ہیبت کا لباس عطا کیا تھا، حضرت براء بن عازب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ میانہ قد تھے، میں نے ایک مرتبہ آپ کو سرخ رنگ کے (دھاری دار) لباس میں دیکھا مجھے آپ اتنے حسین نظر آئے کہ میں نے آپ سے زیادہ کوئی خوبصورت شے نہ دیکھی۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ میانہ قد، مگر لمبائی کے زیادہ قریب تھے۔ آپ شدید سفیدی والے، گھنی اور سیاہ داڑھی والے تھے۔ پلکوں کے بال لمبے اور دونوں آنکھوں کے گھنے بالوں والے، دونوں کندھوں کے مابین زیادہ فاصلے والے تھے۔ یہاں تک کہ وہ فرماتے ہیں "میں نے آپ کی طرح کا شخص نہ آپ سے قبل دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کسی دیباج اور ریشم کو آپ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں پایا اور میں نے آپ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ کوئی خوشبو نہیں سونگھی"

اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ الہ واصحابہ وازواجہ واھل بیتہ وبارک وسلم تسلیما کثیر۔